

# تجلی

دربونہ

ماہنامہ

ایڈیٹر: عامر عثمانی (فاضل دیوبند)

0.  
ضمیمہ  
شیر  
معاون  
JR  
فرمان  
رامی  
متم دار  
عقیق  
انعام  
لائی نیا  
ان  
پاک



# دو عالمی دینی اور تعلیمی پروگرام



مکتبہ فیض القرآن دیوبند نے اشاعت قرآن پاک اور اشاعت علم حدیث کے لئے دو اہم پروگرام جاری کئے ہیں، وقت کی پوری پابندی کے ساتھ ہر دو پروگرام کا ہر ماہ ایک ایک پارہ شائع ہوا ہے۔

**تفسیر ابن کثیر مع حواشی و تشریحات**  
 اردو  
 یہ علامہ ابن کثیر دمشقی کی بلند پایہ مشہور عالم تفسیر کا اردو ترجمہ ہے جو دنیا کے اسلام میں مستند و بہترین تسلیم کی گئی ہے ہر زمانے کے علما نے اسکو شرف قبولیت بخشا ہے اور اہم التفاسیر کا لقب دیا ہے، اس میں علامہ نے متفق ہیں کہ قرآن کو بطریق سلف صالحین سمجھانے والی تفسیر تفسیر ابن کثیر ہے اور اسکے بعد کی تمام عربی اردو تفاسیر اس سے ماخوذ ہیں، کاتبیت اعلیٰ، طباعت کتابت روشن تقریباً ایک سو صفحات پر بی بی پارڈو نے، مہران کیلئے ایک سو بیس جلدوں کے

**تفسیر ابن کثیر مع حواشی و تشریحات**  
 اردو  
 بخاری اشرفی کی سات ہزار صحیح احادیث کا مستند اور سب سے اردو ترجمہ، اطمینان بخش ترجمانی جو اس کی فہمی سطح کے پیش نظر مرتب کیا گیا ہے، جس کو امیر المومنین فی الشیخ ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری نے چھ لاکھ احادیث نبوی میں سے منتخب فرما کر سو سال میں مرتب فرمایا جو ممکن نہیں، بی بی حواشی و تشریحات کے ساتھ کاغذ نیا پینٹ اعلیٰ، طباعت کتابت روشن تقریباً ایک سو صفحات پر بی بی پارڈو نے، مہران کیلئے دو سو پے

- فیس ممبری**
- ← ہر دو پروگرام میں شرکت کے لئے ایک ایک روپیہ برائے فیس ممبری ارسال فرمائیے۔
  - ← تفسیر ابن کثیر کا ایک پارہ منگائے پر ہر ماہ صحیح ڈاک خرچ دور روپے کی وی۔ پی ارسال ہوگی، البتہ ہر ماہ ہر پائے کی پانچ کاپیاں بچھا منگائے پر صحیح ڈاک خرچ آٹھ روپے کی وی۔ پی ارسال ہوگی۔
  - ← تفسیر ابن کثیر بخاری کا ایک پارہ منگائے پر ہر ماہ صحیح ڈاک خرچ تین روپے کی وی۔ پی ارسال ہوگی، البتہ ہر ماہ ہر پائے کی پانچ کاپیاں منگائے پر بارہ روپے کی وی۔ پی ارسال ہوگی۔
  - ← ہر دو پروگرام کا ایک ایک پارہ بچھا منگائے پر ہر ماہ صحیح ڈاک خرچ چار روپے پچاس نئے پیسے کی وی۔ پی روانہ ہوتی ہے۔

آج ہی ممبر بنئے اور ممبر بنائے

# مکتبہ فیض القرآن دیوبند و صاحبان پور (دیوبند)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شمارہ نمبر ۲

جلد نمبر ۱

ماہنامہ دیوبند

ہر انگریز زمین کے پہلے ہفتے میں شائع ہوتا ہے۔  
سالانہ قیمت چھ روپے۔ فی پرچہ ۵۰ نئے پیسے  
غیر مالک سے سالانہ قیمت ۵۰ اشٹانگ شکل پوسٹل آرڈر

فہرست مضامین مطابق ماہ اپریل ۱۹۶۷ء

۱	اعجاز رحمن	۱	عام عثمانی
۲	ایک منظر۔ دو احساس	۲	شمس نوید عثمانی
۳	تجلی کی ڈاک	۱۱	عام عثمانی
۴	کیا ہم مسلمان ہیں؟	۱۹	شمس نوید عثمانی
۵	مسجد سے بچانے تک	۲۷	مہلا ابن العرب کئی
۶	اسلامی خلافت	۳۳	ناخدا رام ایم۔ لے
۷	دامن گلشن	۴۹	عبدالحمید حیرت
۸	کھرے کھوٹے	۵۱	شمس نوید عثمانی

## اشرف ضمری

اگر اس دائرے میں سُرخ نشان ہے تو سمجھ لیجئے کہ اس پرچہ پر آپ کی خریداری ختم ہے۔ یا تو منی آرڈر سے سالانہ قیمت بھیجیں یا وی پی کی اجازت دیں۔ اگر آئندہ خریداری نہ رکھنی ہو تب بھی اطلاع دیں۔ خاموشی کی صورت میں اگلا پرچہ وی پی سے بھیجا جائے گا جسے وصول کرنا آپ کا اخلاقی فرض ہوگا وی پی چھ روپے باسٹھ نئے پیسے کا ہوگا، منی آرڈر بھیج کر آپ وی پی خرچ سے بچ جائیں گے۔  
پاکستانی حصہ:- ہمارے پاکستانی پتہ پر چندہ بھیج کر رسید منی آرڈر اور اپنا نام مکمل تہہ ہمیں بھیج دیں سالہ جاری ہو جائیگا۔

توسیلہ نرا دوسرا خط و کتابت کا پتہ  
دفتہ تجلی دیوبند ضلع سہارنپور دیوبند  
پاکستان کاتبہ:- مکتبہ عثمانیہ ۱۲۸ مینا بازار  
پیر الہی بخش کالونی۔ کراچی (پاکستان)  
عام عثمانی  
فاضل دیوبند

عام عثمانی پرنٹر پبلشر نے "کوہ نور" پریس دہلی سے چھپوا کر اپنے دفتر تجلی دیوبند سے شائع کیا۔

## اعتزازِ سخن

ہم کتنی ہی کوشش کر لیں لیکن اس میں ذرہ برابر شک نہیں ہے کہ اس کوشش سے بار آور ہونے کا مدار اللہ تبارک و تعالیٰ کی مشیت پر ہے۔ عمل و حرکت پر اچھانے اور سرگرم جدوجہد پر اگساہنی خاطر ہم تقدیرِ الہی کو نظر انداز کرتے ہوئے چاہتے تھے ہی اہمیت انسانی مساعی کو دے ڈالیں مگر وقتاً فوقتاً ثابت ہو کر ہی رہتا ہے کہ انسان اپنی تمام تر خود مختاریوں کے باوجود جبر و بے بسی کے بندھنوں میں اسیر ہے۔ وہ ایک لاتر وقت کے آگے اس حد تک کمزور ہے کہ شاید ایک تنکا طوفان کے مقابلہ میں اتنا کمزور نہ ہو۔

اس صاف و سادہ تمہید سے ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ کچھ دنوں سے تجلی کی پابندی وقت میں جو اترا دل و تابع ہو رہا ہے وہ فی الحقیقت ہمارے تساہل یا لاپرواہی کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ بیماریِ نارسائی و ناتوانی کا مظہر ہے۔ ہمیں پچھلے ماہ قوی امید تھی کہ اگلا شمارہ بروقت شائع ہو سکے گا اور بروقت لانے کے لئے جس درجے کی سعی ضروری تھی اس میں بھی ہم نے حتی المقدور کوتاہی نہیں کی لیکن — تقدیرِ الہی کو ہم بتانے والے ارشاد فرماتے ہیں کہ ماہ رمضان میں ہمارا بیڑا جانا جبر مشیت ہی کے سلسلہ کی ایک کڑی نہیں تھی تو پھر اسے کیا نام دیں گے جن لوگوں کے دل و دماغ پر سائنسی طرز فکر غالب ہے اور وہ ہر واقعے کو اسباب و علل کی منطقی سے جوڑ کر سائنٹفک تجزیہ کا فن استعمال کرتے ہیں وہ تو شاید بلا تکلف کہیں گے کہ ہم نے محروانِ اطاری کی غذاؤں میں بے احتیاطی برتی ہوگی یا ضرورت

سے زیادہ کھا گئے ہوں گے اس لئے بیمار پڑ گئے۔ لہذا بیماری اور اس کے نتائج کی ذمہ داری تقدیرِ الہی پر نہیں بلکہ بتائے تم پر ہی ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ تم سے اس طرح کی کوئی حرکت سرزد نہیں ہوئی اور پھر بھی بیماری نے آدلوچا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی تکیہ یعنی مصالح کا تقاضا ہی یہ تھا کہ ہم بیمار ہوں اور تجلی کو بروقت لانے کے لئے جس درجہ کی کارگزاری ناگزیر تھی وہ تکمیل کو نہ پہنچ سکے۔ تجلی کا بروقت آنا تو ایک طرف رہا تین روزے بھی بیماری کی نذر ہو گئے۔ اس کے بعد ناظرین کرام کے آگے بڑھے کی چند روزہ تاخیر سے ہم اس سے زیادہ کما معذرت پیش کریں گے واقعہً ہم مجبور تھے ورنہ تجلی کے قارئین پر اس کی معمولی سی تاخیر بھی جس قدر شاق گذرتی ہے اس کا ہمیں پوری طرح احساس ہے اور ہماری انتہائی تمنا ہے کہ ہزاروں اہل اشتیاق کی فہم معمولی دلچسپی کا یہ مرکز — تجلی — کبھی ایک دن بھی لیٹ نہ ہو ہم اپنی طرف سے حتی الوسع کوشش کر رہے ہیں اور بظاہر تو قلع بھی ہے کہ اگلے ماہ سے مکمل پابندی وقت ہو سکے گی، لیکن جیسا کہ ہم نے عرض کیا انسانی کوشش ہی کامیابی کی تمام تر ضامن نہیں ہے، بلکہ اصل چیز ہے ہر نئی مولانا — آپ تمام حضرات اگر دعا فرمائیں تو بعید نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم پر بے بضاعت بندوں کی مساعی میں برکت عطا فرمائے اور نہ صرف یہ کہ ہر جہ پلا ادنیٰ تاخیر شائع ہوتا ہے بلکہ اس کی صورتی و معنوی قدر و قیمت میں بھی ہم بے فضلہ تعالیٰ اضافے کی توقع پا سکتے۔

”تعمیم الحیثیت“ کے لئے قارئین جس قدر اصرار فرما رہے ہیں اس کے پیش نظر ہم کئی ماہ سے ارادہ کئے ہوئے ہیں کہ اس سلسلہ کو پھر سے جاری کر دیں، لیکن کامیابی ہوتی نہیں ہو سکی۔ بڑی وجہ ہماری ناتوانی اور بے توفیقی ہے۔ لیکن آسانی آفات و حوادث کا بھی اس میں کچھ دخل ہے اور اچھے کاموں کی کمی بھی ایک وجہ بنتی ہوئی ہے۔

تاہم قارئین کا ایک پندیرہ سلسلہ مضمون ”کیا ہم مسلمان ہیں“ اس مرتبے پھر جاری کیا جا رہا ہے اور فیصل مضمون نگار سے ہم نے اصرار کیا ہے کہ اس سلسلہ کو ٹوٹنے نہ دیں۔ ہمیں امید ہے کہ یہ اصرار ضائع نہیں جائے گا اور تمہیں توجیہ عثمانی اپنے دلپزیر پیرسوز اور سبق آموز فلم کے دلکش نقش و نگار سے آگے تواضع فرماتے رہیں گے۔ نئی روشنی کے لوگ ماضی کو کوئی اہمیت نہیں دیتے، بلکہ اس کی تحقیق و تحقیق ایک طرح کا فیشن اور ترقی پسندی کی علامت بن گئی ہے۔ لیکن ہمارے یقین یہ ہے کہ مسلمانوں کے لئے سب سے قیمتی منافع ان کا ماضی ہی ہے۔ وہ ماضی جس کی مقادیر بنائیں میں ہمارے دین ہمارے انکار و تصورات اور ہمارے ملی وجود کی جڑیں چھلی ہوئی ہیں۔ حال مستقبل بے شک اہمیت کے حامل ہیں اور دین و دنیا دونوں کی کامیابی کا انحصار اسی پر ہے کہ آنے والے کل کے لئے ہم آج سرایا جدید و عمل کا پیکر بنے رہیں۔ حال مستقبل سب سے بڑا ہو کر شخص ماضی کی یادوں سے لپٹے رہتا مردہ قوموں کی خصوصیت ہے۔ یادیں اور روایاتیں انسان کو خواب تو دے سکتی ہیں حقائق اور وقت و زندگی سے بہرہ ور نہیں کر سکتیں، لیکن جب ہم یہ کہتے ہیں کہ چار ماضی ہی ہمارے لئے بہت کچھ۔ بلکہ سب کچھ ہے تو اس کا یہ احمقانہ منشا یہ نہیں ہوتا کہ ہم حال و مستقبل کی قبر پر ماضی کی یادگار بن تعمیر کرنے کا درس دے رہے ہیں، بلکہ منشا یہ ہوتا ہے کہ ہر مسلمان کو حال و مستقبل کے لئے جو کچھ بھی

جدوجہد کرنی ہے وہ ضروری و معنوی کسی بھی لحاظ سے ان قوموں جیسی نہیں ہونی چاہئے جن کی نگاہ میں یہ دنیا ہی سب کچھ ہے اور آخرت کچھ بھی نہیں۔ جگے جگے یہاں مستقبل کا مفہوم ہے آنے والے چند سالوں یا چند صدیوں کی دنیاوی زندگی۔ جن کی اخلاقی قدریں ماضی سے مکمل قطع تعلق کر کے صرف حال و مستقبل کی مادی ضروریات اور دنیاوی مفاد و منفعت کے سانچوں میں ڈھلتی ہیں۔ اس کی بجائے مسلمانوں کی ہر انفرادی و اجتماعی جدوجہد اپنی فکری احساس اور اپنی ذہنی بنیاد کے لئے اُس ماضی کی محتاج ہے جس کے آغوش سے مسلمان نام کی ایک قوم نے جنم لیا تھا اور جسکی فضائے بسیط میں اُس لازدول تعلیمات کے اونچے پرچم لہرائے تھے جن سے ہمارے ملی و قومی وجود کی نشہ رنگ میں ہیگوٹش کر رہا ہے۔ یہ شہ رنگ اگر کٹ جائے اور اپنی جدوجہد میں ہم ماضی سے بے نیاز ہو جائیں تو اس سے بدتر بات مسلمانوں کے لئے کوئی نہیں۔ وہ ماضی سے منقطع ہو کر اگر نہ ہرہ و مرنج تک بھی اپنی مادی ترقی اور خوش حالی کا پھر یہاں لہراتے چلے جائیں تو یہ فی الحقیقت مسلمانوں کی ترقی نہیں ہوگی بلکہ ان خریب کار و منافق اور دنیا پرست انسانوں کی ترقی ہوگی جنہوں نے محض رسمی طور پر اپنا نام مسلمان رکھ رکھا ہے اور اسلام کو ان کی بارگاہ فکر و عمل میں کوئی منزلت حاصل نہیں ہے ماضی حقیر ٹھہر جائے تو پھر نہ تقویٰ کوئی شے ہے نہ آخرت۔ نہ دین کی کوئی اہمیت ہے نہ ان اعظم رجال کی جن کی میتھال قربانیوں نے امت مسلمہ کو زندگی اور نفاک نعستوں سے نوازا ہے۔ یہاں تک کہ نمود بالذات خدا کی بھی کوئی اہمیت نہیں کیونکہ خدا نے انکی ذات و صفات کا صحیح تصور تو اسی رسولِ آخر الزماں نے دیا ہے جو آج سے تقریباً چودہ سو برس پہلے ہو گذرا۔ اُس رسول سے ذہن و قلب کا رشتہ قائم رہنا ہی خداوند کو ماننے کی شرط

اس میں جامعہ نظامیہ کے سابق شیخ الفقہ اور مجلس علمی  
احیاء المعارف النعمانیہ کے صدر جناب مولانا سید  
ابوالوفاء الافغانی صاحب مدظلہ نے پانچ خطی سوالات  
کے جوابات دیئے ہیں۔

دوسرا "خیر الکلام"۔ یہ تسبیح و سلام کے بارے  
میں ہے جسے صدر مجلس علماء دکن کے زیر اہتمام چھپایا  
گیا ہے۔

یہ دونوں ہمارے پاس اظہار خیال کیلئے آئے  
ہوئے ہیں اور ان کی اہمیت جہاں ان کے فاضل  
مترجمین و ناشرین کے ناموں سے ظاہر ہے وہیں اس  
بھی ظاہر ہوتی ہے کہ آئے دن ان کے متعلق ہمیں خطوط  
ملتے رہتے ہیں اور اہل دکن کے کثیر افراد برابر خواہش  
کر رہے ہیں کہ تجلی ان پر جلد اظہار خیال کرے۔ اگرچہ  
جن مسائل پر یہ مشتمل ہیں تجلی میں ان کے متعلق براہ راست  
اور بااواسطہ دونوں قسم کی بحثیں بار بار ہو چکی ہیں لیکن ہم  
کثیر افراد کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے ان پر حسب  
گنجائش اظہار رائے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ حال ہی میں  
ایک کو پڑھ لیا ہے اور دوسرے کو انتشار اللہ جلد پڑھ  
لیں گے۔ ہو سکتا ہے اگلی ہی اشاعت میں ارادہ پورا  
ہو جائے۔ وباللہ التوفیق۔

## مکتوبات خواجہ معصوم سرمندی

حضرت محمد الف تانیؑ کے صاحبزادے اور انکی  
دولت علم و عرفان کے امین حضرت خواجہ سرمندیؒ کے  
ان گرانمایہ خطوں کا مجموعہ جو دین و شریعت کی تہذیب و  
معرفت اور عقائد صحیحہ کا مجموعہ ہیں۔ قیمت مجلد چار روپے۔

مولانا اشرف علیؒ کا مرتب فرمودہ  
**مناجات مقبول** ترین مجموعہ دعاؤں و مناجات۔

مولانا عبدالماجد ریابادی کے ترجمہ و شرح کے ساتھ مجلد  
مکتبہ تجلی دیوبند دیوبند

ماننے کا واحد ذریعہ ہے اور یہ رشتہ چھٹی قائم رہ  
سکتا ہے کہ باطنی ہماری نظروں سے اوجھل نہ ہو۔ پھر  
رسول سے رشتہ قائم رکھنا بلا درمیانی واسطوں کے  
ممکن نہیں۔ صحابہ کرامؓ کی یادیں ان کے کردار و عمل  
کی عظمت اور ان کے اسوۂ دسیرت کا علم ہی اس  
بات کا ضامن ہو سکتا ہے کہ رسول سے ہمارا تعلق  
قابل الطینان طور پر باقی رہ سکے اور اس کے شراہوں  
میں طبعاً و خواہ مخواہ عقیدہ گمراہی کے عوض محکم اور بے ریب  
دوایات کا خون صالح موحزن ہو سکے۔

لیکن صحابہؓ کے آثار سے واقفیت بھی تو ان  
بعد کے بزرگوں کا تعارف حاصل کے بغیر ممکن نہیں چھوٹی  
نے حرم و احتیاط کے ساتھ ماضی کو روایات کا لباس  
ہنا کر ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دیا۔ ان سے ہم کافی حد  
تک متعارف نہ ہوں گے تو کس راہ سے بارگاہ صحابہؓ  
تک رسائی ممکن ہوگی۔

حاصل یہ کہ باطنی کی یاد اسلاف کا ذکر و بیان  
اور بزرگوں کا پکیزہ تذکرہ ہم مسلمانوں کیلئے بنیادی  
اہمیت رکھتا ہے اور یہ اہمیت ایک ناکریم ضرورت  
کی شکل میں قیامت تک باقی رہے گی۔ "کیا ہم مسلمان  
ہیں" اسی ضرورت کی بجائی کی ایک چھوٹی سی شکل  
ہے۔ شمس توبہ اگر اسے غرض ایک مضمون کے عوض ایک  
اہم قسم کی دینی و ملی خدمت تصور کر لیں تو یقیناً اسکو  
پابندی کے ساتھ پیش کر کے رہنے کے واسطے میں رضامند  
ہو جائے گا اور اللہ کے فضل سے اگر معدودے چند  
قارئین کے فکر و عمل میں بھی اس ذریعے سے کوئی اصلاح  
رود نما ہوتی تو یہ ہر لحاظ سے بہتر ہی بہتر ہوگا۔

اپنی نارسائی سے توفیقی اور بیماری کا جو تذکرہ  
ہم کر چکے اس کے بعد یہ کہنا غیر ضروری ہی ہو گا کہ بعض  
اور ضروری کام بھی ڈسکے پڑے ہیں۔ مثلاً دو کتابچے  
ہائے پاس آئے ہوئے ہیں۔ ایک "فیصلہ بیخ مسئلہ"

## آیات بنیات

تالیف:۔۔۔ نواب محسن الملک  
محمد بہدی علی خاں صاحب۔۔۔  
اپنی تاریخ کے بطلان عقائد میں وہ معرکہ آرا اور مشہور  
کتاب جس کا مجموعہ جواب آج تک شیوخ حضرات نہ دے  
سکے جس میں خود شیخ مذہب کی کتب اور ان کے علمائے  
حوالوں سے صحیح اور فضائل اور خلافت راشدہ کو ثابت  
کیا گیا ہے اور شیخ مذہب کی حقیقت ظاہر کی گئی ہے۔  
قیمت مجلد ساڑھے چار روپے

## شاہجہاں ایام اسیری اور عہد زنگی

اُس دور کی تاریخ جب تلج محل کا خلیق اپنی زندگی  
کے آخری لمحے میں دیوار زندان گذر رہا تھا جب غلط  
سلطنت پر ادبار کے بادل چھائے پڑتے تھے، جب شاہجہاں  
کو پڑھی آنکھیں اپنے بیٹوں کو ایک دوسرے کے خون کا  
پیمانہ پکھ رہی تھیں۔ جب ہندوستان کی سیاست  
ایک یا پھر مڑ رہی تھی۔ ایک عینی شاہد کے قلم  
سے۔ صفحات چھ سو سے زائد مجلد مع  
حسین کور۔ قیمت بارہ روپے۔

## مخزن حکمت (بالتصویر)

تقریباً سترہ سو صفحات کی ضخیم کتاب مدت سے  
مشہور و مقبول ہے۔ بیماریوں کی تشخیص کے لئے  
علامات و آثار۔ ہر بیماری کا علاج۔ غذا۔ پرہیز۔  
طبی و ڈاکٹری دونوں ہی اصول و طریق ملحوظ  
رکھے گئے ہیں۔ زبان بہت سہل اور عام ہے۔  
قیمت  
مجلد چھتیس روپے

## ماہنامہ چراغ راہ کے چند خاص نمبر

اسلامی قانون نمبر:۔۔۔ دو ضخیم جلدوں میں (آٹھ روپے)  
نظریہ پاکستان نمبر:۔۔۔ (صفحہ ۵۵۶) پانچ روپے  
سالنامہ ۱۹۶۱ء  
سالنامہ ۱۹۶۲ء  
ڈیڑھ روپے  
صفحہ ۲۵۶  
قیمت ڈھائی روپے

## تجلی کے دو اہم نمبر

خاص نمبر:۔۔۔ ڈیڑھ روپے  
خلافت نمبر:۔۔۔ ایک روپے

## تذکرہ مولانا ابوالکلام آزاد کی شہہ آفاق

میں مقبول کے اعتبار سے ممتاز مفکر تھے۔ مجلد سائیکل  
اسلام کا فلسفہ تاریخ اور مذہبی فلسفوں  
کی تشریح و توضیح ان کی فکری لغزشوں کی نشاندہی  
اور اسلامی فلسفہ کے ساتھ ان کا تقابل۔  
قیمت مجلد پونے دو روپے

## القاموس الجدید

اردو سے عربی بنانے کیلئے  
ایک جدید لغت جو افادیت میں  
بے نظیر ہے۔ ہزاروں الفاظ، روزمرہ کے محاورے،  
فنی اصطلاحیں وغیرہ۔  
قیمت مجلد سات روپے

## معروف و منکر

از نعیم صدیقی۔ سیاست  
حاکمیت کے تعلق سے ہیں  
ادائش کی گفتگو، دلیدہ شریح، مجلد تین روپے

مکتبہ تحفہ انبیا (پریس)



# ایک منظر

## شمسِ نوبین عثمانی

رکن کے قلم سے تھی! — آہ کیا ہم اتنے بے غیرت ہو چکے ہیں کہ خود اپنی ذلت و رسوائی پر دنیا کو دعوت نہ ہرخت دیں! — اس قوم کا انجام کیا ہو جو خود اپنی لاش پر قہقہوں سے ماتم کرتی ہو! —

— اور آج یہ اکیلے جوتا مسجد کے دروازے میں پڑا ہوا دیکھ کر یہ واقعہ اور اس واقعہ کے پیرا کوہ سارے تاثرات حافظہ کے سامنے کلی کی طرح کیونٹ گئے۔ کیا آج پھر یہاں وہی چوری کی واردات پیش آئی تھی؟ کیا یہ اکیلا جوتا اپنے اس گم شدہ ساتھی کو رو رہا تھا جو ایک نمازی کے پاؤں سے پھٹ کر کسی "حاجی" کے ہاتھ میں پہنچ چکا تھا؟ — مگر نہیں! — میں فوراً اپنے اس لالہ کے بے شکم پن پر چونک گیا۔ — چور ایک جوتا چرا کر کیا کر سکتا ہے! — تو کیا..... یکا یک ایک دردناک خطرہ میرے تحت الشو میں بیدار ہوا۔ میں نے مسجد میں جھانک کر نمازیوں کا جائزہ لیا۔ آہ میرا اندیشہ صحیح نکلا! — مسجد میں صرف ایک نمازی تھا جس کے صرف ایک ٹانگہ تھی! — انسانی جسم کی یہ اپناج تصویر دیکھ کر میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ حادثوں میں گھری ہوئی زندگی ایک پاؤں سے محروم بھی ہو سکتی ہے۔ — انسان اپنا ج پیدا بھی ہو سکتا ہے۔ اور دنیا کی کوئی طاقت مشیت کے ان نصوصوں میں دخل انداز ہونے کی جرأت نہیں کر سکتی! —

لیکن — کیا پھر بھی یہ بد نصیب نمازی جو افسانہ خیراں خدا کے حضور میں سیدہ ریز ہونے کے لئے آ گیا ہے ان سیکولیا انسانوں کے لئے ناز یا نہ عبرت نہیں جو اپنی دو ٹانگوں کو اپنی ذاتی اور دائمی ملکیت سمجھے ہوئے خدا کی زمین پر من مانی چال

مسجد کے دروازے پر ایک غیر متوقع چیز نے میرے قدم روک لئے!

کسی نمازی کا صرف ایک جوتا پڑا ہوا تھا اور دوسرا غائب! — اچانک مجھے یاد آیا کہ ابھی چند روز ہوتے مقامی اخبار میں ایک پُر مزاج عنوان کے سائے میں ایک انتہائی عبرت ناک واقعہ نظر سے گذرا تھا۔ شہر کی ایک مسجد سے نمازیوں کے جوتوں کی چوری! — لیکن "چور" رنگے ہاتھوں گرفتار کر لیا گیا۔

لیکن وہ بدترین چور "کون تھا جس نے خدا کا گھر ناکا تھا؟ — کوئی مشرابی؟ — چوری؟ — گرہ کٹ؟ — یا پرے سرے کا خندہ؟ — لیکن وہ ان میں سے کوئی نہ تھا۔ — ان میں سے کسی کی یہ جرأت نہ ہوتی کہ اس گھر میں چوری کر سکے جس کا مالک دن رات نگران سے اور جب کوڑا کی بھنگی ہوتی خوشیوں میں بھی اُونگھ تک نہیں آتی۔ خدا کے گھر پر ہاتھ صاف کرنے والا ہاتھ وہ جو حرم کے سینہ میں لٹکے ہوئے "مقدس پتھر" کو چھو چکا تھا! — جس کو ساج "حاجی صاحب" کے نام سے پکارتا تھا۔ — اس گم کردہ ترین جرم کی غلاقت سے وہی ہاتھ آلودہ ہوئے تھے جن کو حج سے واپسی پر رسوائی نے روحانی عقیدت کی وہ الہانہ کیفیت میں بے اختیار پیار کر لیا تھا! جس معاشرہ کی بزرگی وہاں سے شروع ہوتی ہو جہاں جرم کی غیرت سوزیاں شمع ہوتی ہیں دنیا اس معاشرہ کا کیا نام رکھے گی! — میں یہی سوچ رہا تھا۔ میرا دل رورہا تھا۔ مگر آنکھیں ادھ اسوں چکان ٹریجڈی پر یہ مزاحیہ شہرخی دیکھ رہی تھیں "اپنے جوتوں سے رہیں سارے نمازی ہشیار!" — جو معاشرہ لٹ رہا تھا یہ شہرخی اسی کے ایک

## طاقت کے لئے مقوی اعظم

مقوی اعظم نہ صرف دماغ اور اعصاب کی تقویت کے لئے تجویز ہے، بلکہ عام جسمانی کمزوری کو رفع کرنے اور جوڑوں کے درد کا ازالہ کرنے کیلئے ایک میخاری طاقت نامت ہوئے۔ چند ہی خوراکیں اپنائیں اور اثر دکھلاتی ہیں۔

دش توکے کی قیمت سات روپے۔  
علاوہ محصول ڈاک۔ ایک خوراک ۶ ماہ ہے۔

طلب کرنے کا پتہ

قومی دواخانہ (د) دیوبند

(یو۔ پی)

چل رہے ہیں۔ جو دو پیروں پر چل کر بھی وہاں نہیں پہنچ پاتے جہاں یہ ایک ٹانگ والا انسان اذان کی پکار پر کشان کشان چلا آئے۔

اے کوئی بتائے سچ کچھ ابھائی کون ہے؟  
وہ جس کا جسم دو پیروں پر دوڑا پھرتا ہے مگر جس کی لوح اپنا بیچ ہے۔ یاد ہے جو اس زمین پر ایک ٹانگ سے لڑکھڑاتا ہوا چلتا ہے مگر جب آسمان کی طرف نظر اٹھاتا ہے تو اس کی روح ایک ہی جہت میں خدا سے کامنات کے قدموں کو چھو لیتی ہے۔

چند ساعت پہلے میرادل حسن سٹی کی بد قسمتی پر رو رہا تھا اس کو میری آنکھیں اب ایک دالہانہ عقیدت کے ساتھ دیکھ رہی تھیں۔ اس کی عظمت کے تصور نے میرے پوسے وجود میں سترت کی ایک شہینسی دور ادبی تھی۔ جس دنیا میں خدا بوشکر گزار بندوں کی کمی کا شکوہ ہے اسی دنیا میں ایک عظیم انسان میرے سامنے موجود تھا۔ ناشکری انسانیت کی لاج۔ ایک عبد شکور۔

ایک مقبول عالم شہس بہا اور اہم کتاب

## بدعت کیا ہے؟

شرک و بدعت کے رد اور توحید و سنت کے اثبات پر بیاد و تہج و سیر حاصل مقالات کا گرانقدر مجموعہ۔ قیمت جلد تین روپے۔

ملنے کا پتہ

مکتبہ تجلی دیوبند (یو پی)

## عہد و پیمان!

● جو انسان نے سدا سے بڑی ہستی سے بانٹھ لیا ہے۔  
● جس کی گواہی عقل و فطرت سے ملتی ہے۔  
● جسے الفا کرنے سے دلوں کو طمانیت اور زندگیوں کو حین حاصل ہوتا ہے۔ ماہنامہ میثاق اسی عہد کی یاد دہانی کرتا ہے اور اس کے الفا کی دعوت دیتا ہے۔

زیر ادارت: امین احسن اصلاحی۔ قیمت سالانہ چھ روپے  
نی پروجیکٹ سٹائلڈ نئے پیسے۔ نمونہ: بارہ نئے پیسے کے ٹکٹ  
یہ ماہنامہ میثاق رحمان پورہ، اچھرہ، لاہور

المنبر جبری التوا  
بہت روزہ المنبر لائل پور (مغربی پاکستان) کے ڈیکلریشن کی تجدید ابھی تک نہیں ہو سکی اسلئے اسی غیر شائع نہیں کیا جاسکتا۔ تاہم فنڈ ڈیکلریشن کی تجدید نہ ہو جائے۔ المنبر کی اشاعت ملتوی رہے گی۔ اس جبری تاخیر و التوا پر ہم تارین کرام اور ایجنٹ حضرات سے معذرت خواہ ہیں۔ (ادارہ المنبر)

مستقل عنوان

# تجلی کی ڈاک

## وَقَدْ هَمَّتْ النَّاسُ بِالْحِجَارَةِ

سوال: از محمد قاسم۔ آسام

سورہ تحریم کی آیت **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقَدْ هَمَّتْ النَّاسُ بِالْحِجَارَةِ** کی تشریح کرتے ہوئے ایک مولوی صاحب نے یہ بتایا ہے کہ جہنم کے ایندھن آدمی اور وہ پتھر ہیں جن کا بت بنا کر کافر بوجھتے تھے۔

اگر آیت کی یہ توجیہ مان لی جائے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان غیر تکلف پتھروں کو کس بنا پر جہنم کا ایندھن بنا لیا جائے گا؟ اگر ان کا قصور صرف یہ ہے کہ کافران کو بوجھتے تھے، تو میں کہتا ہوں کہ دنیا کی بہت ساری چیزیں بوجھی جاتی ہیں۔ مثلاً سورج، چاند، ستارے، آب و مجرد وغیرہ وغیرہ۔ جسکے قبریں بھی بوجھی جاتی ہیں۔ لہذا یہ توجیہ کہاں تک درست ہوگی؟

الجواب علیہ:-

مفسرین اس آیت میں عموماً حجارتہ کا مصداق بت ہی معین کرتے ہیں۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک لطیف اشارے کے ذریعہ کفار کی عبرت پذیری کا سامان ہینا کر رہا ہے۔ گو یاد رکھ رہا ہے کہ لے بت پر تو تم تو بت پرستی کی سزائیں سپرد جہنم کئے ہی جاؤ گے مگر یہ تمہارے پتھر کے بت بھی تم معبود بناتے بیٹھے ہو تمہارے ساتھ ہی دوزخ میں ڈالے جائیں گے تاکہ تمہیں اچھی طرح معلوم ہو سکے کہ پتھر کے جن ترشے ہوئے ٹکڑوں کو تم نے

خواہ خواہ معبودیت کے سنگھاسن پر بٹھا رکھا تھا انہیں تو اتنی بھی قوت و قدرت نہیں کہ خود کو نابر جہنم ہی سے محفوظ رکھ سکیں۔ وہ محض بے اختیار پتھر ہیں جنہیں اللہ کے فرشتے جہاں چاہیں جھونک سکتے ہیں۔ اگر ان میں کسی نوع کا اختیار و اقتدار اور دگرگنا کسی طرح کی بزرگی اور برتری بھی ہوتی تب بھی انہیں جہنم کا ایندھن تو نہ بننا چاہئے تھا، لیکن جہنم میں ڈال دیئے گئے تو معلوم ہوا کہ وہ کچھ بھی نہیں تھے محض تمہاری ضعیف الاعتقادی، جہالت اور توہم کشی نے انہیں فرضی صفات و مناقب سے متصف کر دیا تھا۔

مفسرین کی اس تاویل پر یہ سوال کھڑا کرنا بے عیبت ہی ہے کہ ان بتوں کا تصور کیا تھا جس کے باعث یہ جہنم میں جھونکے گئے۔ تصور کا سوال جب ہونا چاہئے ذی روح و ذی شعور ہوتے اور بطور سزا انہیں جہنم میں ڈالا جاتا۔ لیکن یہ تو جامد محض ہیں۔ شعور و احساس سے تیر خالی ہیں۔ ان سے نہ تصور سرزاد ہو سکتا ہے نہ انہیں سزا دی جا سکتی ہے۔ یہ برف خانے میں رکھ دیئے جانے والے شعلوں کی نذر کر دیئے جائیں۔ باغ کی زینت نہیں یا کانٹوں کی مسند پر نصب ہوں، ان کے لئے برابر ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں تعزیراً جہنم میں نہیں ڈالیں گے، بلکہ ان کے پوجنے والوں کی ناسمجھی نمایاں کرنے کے لئے ڈالیں گے۔

سنگتراش پتھر پر چھینی چلا کر ستون، محراب، دروازہ اور فرش وغیرہ بناتا ہے۔ صنعت کار کو نملہ اور چوندرنگ کی خاطر پتھروں کو دکھتی ہوئی بھٹیوں میں ڈالتا ہے۔ لیکن اس طرح کے مواقع پر کسی بھی ہوشیار کے دماغ میں سوال

رکھتی۔ معلوم و معروف حقیقت ہے کہ صرف کفار ہی جنیم میں نہیں ڈالے جائیں گے، نکتے ہی بد اعمال مومن بھی کم و بیش مدت کے لئے دوزخ کا مزا چکھیں گے۔ خود یہ آیت ہی بتا رہی ہے کہ صرف ایمان لے آنا ہی ناپاک جنیم سے بچنے کے لئے کفایت نہیں، بلکہ اعمال صالحہ پر استقامت اور اعمالِ قبیحہ سے اجتناب بھی ضروری ہے۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ اہل ایمان سے کہہ رہا ہے کہ خود کو اور اپنے اہل کو ناپاک جنیم سے بچاؤ۔ اس موقع پر حجازیہ سے ریت مرو لینا کیا فائدہ دے گا۔

عاجز کا خیال یہ ہے کہ حجازیہ کا مفہوم عام رکھنا ہی زیادہ بہتر ہوگا۔ اس صورت میں اس کا یہ نفع کافرو مومن دونوں کے معاملہ میں علیٰ حالہ قائم رہتا ہے کہ اس سے ناپاک جنیم کی شدید ترین نوعیت اور بولسناکی کی طرف ذہن منقطع ہوتا ہے کتنی خوفناک اور عظیم درجہ سحرارت والی ہوگی وہ آگ جس کا اندھن شخص گھانس بھونس اور کونڈ لکڑی وغیرہ ہی نہیں تھمرتی سخت چیز بھی ہے۔ روزِ مرہ کا مشاہدہ ہے کہ لکڑی اور اس کے کونڈے کے مقابلہ میں تھمر کے کونڈے کی آگ زیادہ تیز ہوتی ہے۔ تو خود تھمریں آگ کا اندھن ہوں وہ کس درجہ تیز ہوگی۔ ایسی بھی کاتھو کیجئے جس میں سونستے کی جگہ انسان اور تھمر جل رہے ہوں۔

قرآن میں ناپاک جنیم کی شدت کا احساس طرح طرح سے دلایا گیا ہے۔ کیا حرج ہے اگر زیر لکھنؤ آیت بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہو خصوصاً خطابِ جبلِ اہل ایمان سے ہوتو تمہوں والی توجیہ کوئی فائدہ نہ دے گی۔ واللہ اعلم واعلم وعلیہ اتم۔

### لو کا محمدہ ما خلقک

سوال۔ از محمد عبد الرحیم۔ نظام آباد۔

براہ کرم حسب ذیل حدیث سے متعلق ہماری رہبری فراہم فرمائیں کہ درحقیقت یہ حدیث صحیح ہے یا نہیں اور اس حدیث پر ایمان لانا چاہتے یا کیا؟ "کنز العمال" کی حدیث

بد انہیں ہوتا کہ ان غریب پتھروں نے کیا تصور کیا تھا جس کی سزا میں ان پر چھینی چلائی گئی۔ انھیں شعلوں کے سپرد کر دیا گیا۔ کیوں نہیں پیدا ہوتا؟ اسی لئے تاکہ یہ ذی روح و ذی شعور نہیں۔ ان پر چھینی کی ضرب اور شعلوں کی شدت کوئی ایسا اثر پیدا نہیں کرتی جسے ایذا دہی اور تکلیف رسائی کا نام دیا جاسکے۔ انکی غلطی کا احساس پیدا ہونا دائمی صحت کی حالت میں ممکن ہی نہیں ہے۔ پتھر کیا لکھن ہے اگر ریت پرستوں کی آنکھیں کھولنے کے لئے اللہ تعالیٰ بتوں کو بھی اٹھی کے ساتھ داخل جنیم فرمادے۔

لیکن ایک اور بات ہے جو ہم مفسرین کی اس توجیہ پر پیش کرنا چاہتے ہیں۔ وہ یہ کہ لفظ حجازیہ قرآن کریم میں ایک بھی جگہ بتوں کے لئے نہیں آیا ہے، بلکہ اپنے عام لغوی مصداق پتھروں ہی کے لئے آیا ہے۔ مثلاً۔

تَاوُوا اِنَّا اَسْرَسِلْنَا اِلَيْهِ  
تَوَكَّرْ مَجْرَمٌ مِّنْ لَّدُنِّي  
عَلَيْكُمْ حِجَارَةٌ تَوَكَّرْتُمْ  
طَبِئ۔ (ذاریات)

یا مثلاً۔  
تَرْمِيهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيلٍ  
پتھریں۔

ایسی صورت میں کیا ضروری ہے کہ دو ذہیا الناس والْحِجَارَةُ کا مصداق ہی معین کر لیا جائے ایک قباحت اس میں اور نکلتی ہے جو قابل غور ہے۔

سورۃ بقرہ میں تو بے شک کہا جاسکتا ہے کہ  
فَاَنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا اَوْ لَنْ تَفْعَلُوْا فَاذِقُوا النَّارَ الَّتِي  
رُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ اَعْدَاتٌ لِلْكَافِرِيْنَ  
میں خطاب کفار سے ہے اور حجازیہ کا مصداق ریت مان کر مذکورہ توجیہ مفید ہو سکتی ہے، لیکن سورۃ تحسیم کی جو آیت زیر سوال ہے اس میں تو خطاب مومنین ہی سے ہے جس کے بعد مذکورہ توجیہ کوئی افادیت نہیں

ثابت ہے آدم علیہ السلام نے اپنی دماغ میں مغفرت کیلئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ دیا تھا۔ حتیٰ تعالیٰ نے دریافت فرمایا ہے آدم ابھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہیں پیدا ہوئے ہیں۔ تم ان کا واسطہ کس طرح دے رہے ہو۔ تو آدم علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے باری تعالیٰ جس وقت آپ نے میرے جسم میں الفراعہ روح فرمایا سب سے پہلے جب میری آنکھ عرش پر کھلی اس پر لکھا تھا لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ اس سے میں نے معلوم کر لیا کہ اپنے نام کے ساتھ ایسے ہی مبارک شخص کے نام کو ملا یا ہو گا جو آپ کے نزدیک تمام مخلوقات سے زیادہ پیارا ہو گا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اسے آدم تو سچ کہا اور ارشاد فرمایا اولاد محمد ما خلقناک اگر میں محمد کو پیدا نہ کرتا تو تم کو پیدا نہ کرتا اور نہ ساری دنیا کو بھیقی اور تم نے بھی ان روایات کو بیان کیا ہے اس حدیث کے پیش نظر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اول الخلق ہونا ثابت ہے۔

**ابواب :-**

مختصر جواب تو یہ ہے کہ یہ حدیث علمائے محققین کے نزدیک صحیح نہیں ہے۔ یہی اور مسلم نے کس جگہ ان روایات کو بیان کیا ہے اس کا مفصل حوالہ چاہئے۔ دراصل ہمیں یہ تسلیم کر لینے میں تو کوئی تامل نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے سرور کو نبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور مبارک پیدا فرمایا ہو گا۔ نہ یہ مان لینے میں کوئی رکاوٹ ہے کہ متعدد روایات اس طرح کی پائی جاتی ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول اللہ کی عظمت و رفعت کا اظہار کچھ اسی انداز میں کیا گیا ہے جو انداز اولاد محمد ما خلقناک کا ہے۔ مثلاً دہلی نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ حضور نے فرمایا :-

اتانی جبرئیل فقال یا میرے پاس جبرئیل آئے اور اللہ محمد اولادک ما خلقناک کا یہ فرمودہ بیان کیا کہ اے محمد

الجنة و اولادک ما خلقناک اگر تم تمہیں پیدا نہ کرتے تو جنت الہامس۔ اور روح بھی پیدا نہ کرتے۔

اور ابن عساکر کی ذابت میں ہے :-

اولادک ما خلقناک اگر تمہیں پیدا نہ کرتے تو دنیا الدانیہ۔ کو پیدا نہ کرتے۔

اسی طرح اول ما خلق اللہ فرسہ کی بھی کچھ اصل بعض علماء برتاہتے ہیں، لیکن حق یہ ہے کہ اس طرح کی تمام روایتیں صحیح کے درجے کو ہرگز نہیں پہنچتیں۔ نہ صحاح ستہ میں انھیں درج کیا گیا ہے۔ اکثر محققین انھیں غیر معتبر قرار دیتے ہیں اور بعض نے تو موضوع قرار دیا ہے۔

خیر کوئی حرج نہیں تھا اگر فنی خامیوں کے باوجود ان پر کسی درجہ میں اعتماد کر لیا جاتا، لیکن آفت یہ آگئی ہے کہ مبالغہ پسند اور کج فکر ذہن انھیں غلط محل میں استعمال کرنے کے عادی ہو گئے ہیں۔ وہ ان کے ذریعہ عقل ایک فلسفہ ایجاد کرتے ہیں جس کا حال یہ ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی نہ کسی طرح بشریت کی سطح سے بلند کر کے اولویت کی صفت میں لاکھڑا کیا جائے۔ یا کم سے کم ما فوق البشر تو منوا ہی لیا جائے۔ یہی وہ فتنہ بردازی ہے جس کے باعث ان روایتوں کے ناقابل اعتبار ہونے پر زور دیا جاتا ہے۔

جہاں تک ایمان لانے کا تعلق ہے اس طرح کے امور خارج از بحث ہیں۔ یہ اللہ کی توحیدی مصلحتیں ہیں کہ پہلے کیسے پیدا کیا اور بعد میں کسے۔ تکوینی اسرار اور محفی روز پر تفصیلاً ایمان لانے کا کوئی بھی مسلمان رکھتے نہیں ہے۔ نہ یہ جانتے ہیں کہ کسی بھی روایت یا روایت کے ایسے مفاد ہم پیدا کئے جاتیں جو قرآن اور احادیث صحیحہ کے مطالب و معانی میں خلل ڈالتے ہوں۔ اس ہی دیکھ لیجئے کہ اول ما خلق اللہ نور ہی پر بس نہیں کیا جاتا بلکہ ایک قدم بڑھ کر یہ بھی کہا جاتا ہے کہ "اور ہر چیز میرے نور سے پیدا کی گئی" گو یا وہی رسالت و اولویت کو غلط ملط کرنے کی ترکیبیں۔

تھوپ دیا ہے۔ علی گڑھ کے شیعہ نصاب کے لئے کوئی کتاب لکھی گئی ہے اس کا حوالہ دیا ہے اور خود صدر شیعہ دینیات جناب سید علی نقی صاحب کا قول ہے کہ عقیدہ ایمان بالقرآن ایک فروری مسئلہ ہے۔ پس اگر کوئی شخص قرآن موجود کو محرف مانتا ہے تو اس پر کفر کا حکم نہیں لگایا جاسکتا۔ کیونکہ قرآن کو غیر محرف مانتا بنیادی عقیدہ نہیں ہے۔ جس کا جی چاہے محرف مانے جس کا جی چاہے غیر محرف مانے۔

## الحوادث

شیعہ حضرات کی نکتہ سنجیوں سے عہدہ برآ ہونا بہت مشکل ہے۔ ان کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کیا جاسکتا کہ جو کچھ وہ کہہ رہے ہیں فی الحقیقت ان کے دل کی آواز ہے یا ازراہ تقیہ وہ بالکل اونڈھی بات پیش فرما رہے ہیں۔ تقیہ یعنی ازراہ حکمت و سیاست تلبیس دروغ اور سخن سازی کا بے دریغ استعمال کرنا جن کے یہاں نہ صرف جائز بلکہ موجب ثواب اور بعض حالات میں واجب ہوا ان کے بارے میں کیونکر طینت بخش گفتگو کی جاسکتی ہے۔ وہ اگر علمائے اہل سنت پر الزام رکھتے ہیں تو کوئی خاص بات نہیں ان کی تیساری آمیز یا لوجی ہی الزام تراشی اور تبرا بازی کے گرد گھومتی ہے۔ وہ دنیا میں اپنی صم کا واحد گروہ ہیں جو اپنے سب سے بڑے محسن کو غاصب ٹھہرانا، گمراہ بتانا اور گالیوں دینا سب سے بڑا کاروبار سمجھتے ہیں۔

لیکن انہوں نے ان اہل سنت حضرات پر ہے جو براہ راست شیعہ عقائد و افکار کی تحقیق نہیں کرتے اور ان کی سخن سازی کے چکر میں اگر اہل علمائے اہل سنت کو مطعون کرنے بیٹھ جاتے ہیں۔ ابھی چند ماہ ہوئے

آپ اس طرح کے گورکھ دھندوں میں نہ ہیں۔ آپ کے اور ہمارے لئے صرف یہی جانتا کافی ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبداللہ کے فرزند حضرت آمنہ کے نور چشم حضرت آدم کی اولاد اللہ کے سب سے برگزیدہ اور آخری رسول اور دنیا کے سب سے بڑے انسان تھے۔ انسان۔ بشر۔ جو کتنا ہی بڑا ہو، لیکن اسی صفات کا حامل نہیں ہو سکتا۔ انھوں نے ہمیں اخلاق و عبادت کا ایک نظام دیا ہے جو سراسر حق ہے اور ہمارا فرض ہے کہ لا حاصل باتوں میں وقت ضائع نہ کرے بغیر اپنی اور دوسروں کی دینی و دنیاوی صلاح و فلاح میں تن میں دھن سے لگے رہیں۔ حضور کا نور رب سے پہلے پیدا کیا گیا ہوا آپ ہی پر تخلیق عالم منحصر ہو تو اس آیت کی اس شانِ بشریت میں کوئی فرق نہیں آتا جسے قرآن میں بار بار واضح کیا گیا ہے نہ ان خصوصیات کا سہارا ہے کہ کوئی متصوفانہ فلسفہ گھڑنا درست ہے جیسا کہ فی زمانہ ان خصوصیات کا شد و دھ سے پرچار کرنے والوں کا طریقہ ہے۔

خوب سمجھ لیجئے۔ اس طرح کی مصلحت میں کس کے اگر آپ سے کسی خاص عقیدہ پر اصرار کیا جائے تو کسی اہل علم مفتی سے فتویٰ لے لیجئے۔ یہ زمانہ بدعات و خرافات کا ہے۔ متصوفین، متذہبین اور توہم پرست شیوخ آج کل روایات کو بڑی بے رحمی سے اپنے طبع زاد عقائد و تصورات کے لئے استعمال کر رہے ہیں۔ ان کے چکر میں جو پڑا دین دنیا سے گیا۔ اہم حفظنا۔

## تحریف قرآن کا عقیدہ

سوال :- از حبیب احمد۔ فیض آباد۔  
ہر جنوری کے "صدق" میں ایک شیعہ مکتوب شائع ہوا ہے۔ دیکھتے کس معصومیت سے عقیدہ تحریف کی صفائی پیش کی ہے۔ گویا علمائے اہل سنت نے محض تعصب اور دھاندلی سے یہ عقیدہ شیعوں کے سر

فردعی مسئلہ ہے۔ پھر تو یوں کہتے خدا کو ایک ماننا نہ ماننا بھی فردعی عقیدہ ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی ماننا بھی فردعی عقیدہ ہے۔ بس ایک ہی عقیدہ فردعی کے طلسم خانے سے باہر ہونے کا جو اصل الاصول کہلا بیگا اور وہ ہوگا حضرت علیؑ کا خلیفہ بلا فصل ہونا۔ نیزہ تمام عقائد اصولی کہلاتیں گے جن سے ثابت ہو سکے کہ خلفائے ثلاثہ تو نعوذ باللہ غاصب تھے، اصل قرآن کو مٹا کر غلط ترتیب دینے ہوئے قرآن کو شائع کرنے والے تھے۔ دنیا پرست تھے، خدا کے خوف سے خالی تھے وغیرہ۔

اللہ تعالیٰ فرمائیے :-

اِنَّا مَحْسَبٌ لِّمَنْ كُنَّا الْوَلِيُّ كَرَّ | ہم نے نازل کیا ہے یہ قرآن اور  
ذَرَانَا لِمَا كُنَّا لِحَفِظُوْنَ (صحیح) | ہم ہی اسکے محافظ ہیں۔

لیکن شیعہ مجتہد فرماتے ہیں کہ قرآن کو محفوظ ماننا ماننا فردعی عقیدہ ہے۔ گویا قرآن کی کسی آیت پر ایمان لانا نہ لانا فردعی بات ہے۔ پھر تو یوں کہتے کہ کافر آدمی اسی وقت ہوتا ہے جب اس کے سینک ل آئیں ورنہ ہر حال میں اسی طرح مسلمان رہتا ہے جیسے ہمارے وزیر اعظم پنڈت نہرو کس طور پر تلخ ہونے کے باوجود بھی ہندو ہی ہیں۔ یہ کہنا کہ

”جس کا جی چاہے محرف مانے جس کا جی چاہے

غیر محرف مانے“

ایک خلاف واقعہ تاثر دینا ہے۔ اس سے قطع نظر کہ قرآن ہی کی صحت و قطعیت کے عقیدے کو فردعی بتلانا کس قدر لغو ہے۔ یہ بھی غلط ہے کہ شیعہ حضرات میں کوئی قرآن کو غیر محرف بھی مانتا ہے۔ جو لوگ اس کے قائل ہیں کہ قرآن کے موجودہ الفاظ سربسب الفاظِ وحی ہیں وہ بھی یہ ضرور مانتے ہیں کہ ترتیب بدلی ہوئی ہے۔ اس لیے عقل سوچیں کہ ترتیب کا غیر معتبر قرار دینا کیا محرف ماننے سے کچھ مختلف چیز ہے۔ ترتیب غیر معتبر ہو تو جو حکم کتاب کے لئے آیا ہے اسے بے آسانی مومنین سے جوڑا جاسکتا ہے۔ ایک نام کی جگہ دوسرا نام قرآن ہی میں سے بدلا جاسکتا ہے

جماعت اسلامی کے آرگن سر روزہ دعوت (دہلی) ہی میں ایک صاحب نے ”یہ انہما مسائل اور گروہ بنائیں“ کے عنوان سے مقالہ تحریر فرمایا اور اس میں صلح و صفائی رواداری اور نیک خواہشات کا خوب خوب منظر اہرہ کرتے ہوئے پوری بے خبری کے ساتھ سنی علماء پر یہ اتہام جڑ دیا کہ وہ شیعوں کے سرخواہ خواہ تحریف قرآن کا عقیدہ ٹھوپتے ہیں۔ حالانکہ یہ صلح صاحب الکر شیعوں کے بجز کا مطالعہ فرماتے تو معلوم ہو جاتا کہ سنی علماء پر ضبط سوار نہیں ہوا تھا کہ ایک بولناک عقیدہ دل سے گھر کے شیعوں کے سر ٹھوپ دیتے، بلکہ تحریف قرآن کا عقیدہ تو شیعوں کے یہاں متفق علیہ عقائد میں سے ہے۔ خود انھی سید علی نقی صاحب کی زبانی۔ جن کا تذکرہ سوال میں ہے اور جو مجتہد خیال کئے جاتے ہیں۔ یہ نکتہ مل جانا کہ موجودہ قرآن کی ترتیب کا غلط ہونا علماء شیعہ کے یہاں قطعاً متفق علیہ ہے۔ بھولے لوگ شاید اسے ”تحریف قرآن“ کا نام دیتے ہوئے جھجک محسوس کریں لیکن ہوشمند خوب سمجھتے ہیں کہ ترتیب کے غلط ہونے کا عقیدہ تو بدترین تحریف کا عقیدہ ہے۔ چنانچہ اسی عقیدہ کے تحت مجتہد موصوف کے نزدیک بھی اور دیگر شیعہ مجتہدین کے نزدیک بھی موجودہ قرآن اکثر و بیشتر جگہ نہ صرف یہ کہ فصاحت و بلاغت سے عاری ہے بلکہ غیر مربوط، غیر منظم اور مرہض و سقیم ہے۔

مثال کے طور پر ان کے نزدیک آیت اِنَّمَا يُوَدِّدُ  
اللَّهُ لِيُدَّ هَبَّ عُنُقِكُمْ الرِّجْسِ اَهْلَ الْبَيْتِ لِيُنِي  
ما قبل و ما بعد میں ایسی معلوم ہوتی ہے ”جیسے چھوٹے مومنوں  
میں سونے کی گھنٹی!“

شیعوں کے یہاں تحریف قرآن پر صراحتاً دلالت کرنے والی حدیثیں ڈھ ہزار سے زائد ہیں جن کے بارے میں ان کا کہنا ہے کہ وہ مستفيض ہیں داعلی در حجبہ کی (صحیح) متواتر بالمعنی ہیں۔ ثقہ ہیں۔

یہ خوب رہی کہ قرآن کو محرف ماننا نہ ماننا ایک

ایک آیت دوسری آیت کی جگہ رکھ کر کچھ سے کچھ بات بنائی جا سکتی ہے۔ اور یہ سب شیعی حضرات برابر کرتے رہے ہیں۔

جواب کا حق تو ادا ہوا لیکن جی چاہتا ہے کہ تحریف قرآن کے بارے میں بعض شیعی علماء و مجتہدین کے فرمودات بھی نقل کرتے چلیں تاکہ ان لوگوں کی آنکھیں کھل سکیں جو بیب جہالت کے علمائے اہل سنت کو متعصب اور ظالم ٹھہراتے ہیں۔ یقین کیجئے علمائے اہل سنت نے تو رفض و تشیع کے حق میں حدود و حدود آدرسی، نرمی اور رعایت کا سلوک برتا ہے ورنہ رفض و تشیع کے طرز فکر اور اسلامی طرز فکر میں جو بنیادی جوہری اختلاف ہے وہ اس لائق نہ تھا کہ رعایت کا مستحق سمجھا جاتا۔

خدا دیکھئے سید محمد صاحب خدیبت حیدریہ میں ارشاد فرماتے ہیں:-

”رہ گیا بالکلیہ تحریف کا انکار یا تحریف الفاظ یا تحریف حروف مبعث کا انکار پس یہ تو نہایت بعید بلکہ ناممکن ہے، کیونکہ قرآن میں تحریف کا واقع ہونا اور فی الجملہ قرآن کا ناقص ہونا اخبار متواترہ سے ثابت ہے لکن تم تو اتر باسنی ہمیں ایسی حالت میں یہ کہنا کہ قرآن میں نکل تحریف و نقص نہیں ایک بے معنی اور لغو بات ہے۔“

سید صاحب یہاں تک رحم طراز ہیں:-  
”اگر قرآن کی کوئی آیت ہمارے مسلک کے خلاف ہوگی تو اس پر عمل کرنا جائز نہیں۔“

بعض شیعوں نے کبھی کبھار تحریف کے عقیدے سے کسی نوع کے انکار کی جرأت کی ہے تو علمائے شیعہ نے انکی خوب تہمت لائی ہے۔

حضرات شیعہ کے خاتم المیثین علامہ نوری طبرسی اپنی مشہور کتاب فصل الخطاب فی تحریف کتاب رب الاسباب میں۔ جو کہ عقیدہ تحریف پر معرکہ آرا رکھی جاتی ہے لکھتے ہیں:-

”تحریف قرآن کی روایات نقل کرنے والے بہت ہیں۔ ثقہ الاسلام کلینی (صاحب کتاب کافی) اور علی بن ابراہیم قمی (استاذ کلینی صحابی حسن عسکری) اور قمی کے شاگرد نعمانی اور علاؤتقی اور ان کے استاد عیاشی اور حسن صفار اور ابن ابراہیم اور شیخ طبرسی مصنف احتجاج اور ابن شہر آشوب اور محمد بن عباس اور ان کے ہم مثل اور یہ مشایخ بہت بلند ہیں اس بات سے کہ ان سے سوہ عقیدہ کا وہم کیا جاتے یا ان مذہب میں ضعف کا تصور کر کے دین میں فتور پیدا جاتے۔ انہی مشایخ پر تو اکثر معصومین کی حدیثوں کا بار ہے۔“

علی بن ابراہیم قمی کے بارے میں رقمطراز ہیں:-  
”انہیں عقیدہ تحریف قرآن پر بڑا اصرار تھا۔“

قمی شیعی عقیدے کے مطابق صحابی امام تھے اور ظاہر ہے کہ صحابی اپنے امام ہی سے عقائد و تصورات لیتے ہوگا۔ تو گو یا عقیدہ تحریف پر اصرار امام معصوم ہی کا موقف ہوا۔ اور یسجئے:-

”روایات تحریف قرآن یقیناً بہت ہی خشک سید نعمت اللہ جزائری نے اپنی بعض تالیفات میں لکھا ہے کہ وہ حدیثیں جن سے قرآن میں تحریف ثابت ہوتی ہے دو ہزار سے زائد ہیں اور ایک جماعت نے ان سے مستفیض داعلی (درجہ کی صحیح) ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ جیسے شیخ مفید محقق داماد علامہ مجلسی وغیرہ۔ شیخ مفید نے یہ بھی لکھا ہے کہ احادیث تحریف کثیر ہیں بلکہ ایک جماعت نے انکے متواتر ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔“

محدث جزائری نے یہ بھی فرمایا ہے:-

”اصحاب امامیہ کے اتفاق کیا ہے ان روایات مستفیضہ بلکہ متواترہ کی صحت پر جو صحت صاف

تحریف قرآن پر دلالت کرتی ہیں۔

علامہ محسن کاشانی اپنی تفسیر صافی میں لکھتے ہیں:-

”اور ہمارے مشائخ رحمۃ اللہ علیہم کا تحریف قرآن کے بارے میں اعتقاد ... توفیق الاسلام محمد بن یعقوب کلینی قرآن میں تحریف و نقصان کے قائل تھے، اللہ ان کی قبروں کو روشن کرے ... اور اسی طرح ان کے استاد علی بن ابراہیم قمی رحمۃ اللہ علیہ بھی تحریف قرآن کے معتقد تھے، کیونکہ ان کی تفسیر تحریف قرآن کی روایتوں سے بھری پڑی ہے اور ان کو تو تحریف قرآن کے عقیدے میں بڑا اعلو تھا اور اسی طرح شیخ طبری بھی تحریف قرآن کے معتقد تھے وہ بھی اپنی کتاب احتجاج میں اسی مسلک پر جے

صاحب فصل الخطاب لکھتے ہیں:-

”یہی مذہب ہے جمہوری شیخین کا جن کے کلمات پر میں اطلاع مل سکی ہے۔“

اس کے بعد جالیسکل محدثین و مفسرین کے نام لکھے ہیں۔ علمائے شیعہ میں سے صرف چار حضرات نے تحریف کے عقیدے سے کچھ احتراز کیا تو قائلین تحریف نے انکی خبر لی ہے:-

”تحریف قرآن کی مخالفت سوائے ان چار کے کسی نے معلوم نہیں ... متقدمین میں سے انکا کوئی موافق معلوم نہیں ہوا۔“

گویا جملہ متقدمین علمائے شیعہ بھی تحریف قرآن کے عقیدے پر متفق تھے۔

قرآن میں جو بعض آیات اس نوع کی ہیں کہ ان میں اللہ تعالیٰ نے خود رسول اللہ کو قرآن سے سختی کے ساتھ مخاطب کیا ہے یا آپ کے کسی فعل کی ناپسندیدگی واضح فرمائی ہے تو شیعہ حضرات نے اس کی حکمت بلیغہ کو تو کھانا نہیں سمجھا۔ سطح بیون کی طرح فرمانے لگے:-

”ہرگز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مذمت قرآن میں خدا نے نازل نہیں کی، بلکہ یہ تو اختراع لمحرین ہے جس کو انھوں نے بہ اغوائے شیطان ترتیب

کی الٹ پلٹ سے پیدا کر دی ہے۔“ (شمس جلد ۳ ص ۳۹۲) کچھ آب و جن خلفائے راشدین نے قرآن کو جمع کر کے تمام امت کو ایک نسخے پر متفق کیا ان کے بارے میں یہ اظہار شکر ہو رہا ہے۔ یہ تو اہل حقیقت ہے۔ اور اسے تسلیم کرنے بغیر شیعہ حضرات کو بھی چارہ نہیں کہ موجودہ قرآن وہی ہے جسے حضرت عثمان کے دور میں آخری مرتب شکل میں دنیا پر پیش کیا گیا۔ تو سوچ لیجئے وہ ملحدین کون تھے جسوں نے ترتیب کو الٹ پلٹ کر کے نعوذ باللہ رسول اللہ کی مذمت کا شوق پورا کیا ہے؟!

ہم اہل سنت اور دنیا کے تمام اہل علم و عقل اس حقیقت کو ناقابل تردید خیال کرتے ہیں کہ موجودہ قرآن بعینہ وہی ہے جو رسول اللہ پر نازل ہوا تھا۔ یہ الگ بات ہے کہ بعض اہل کفر یہ غلط تصور رکھتے ہوں کہ قرآن محمد کا اپنا ہنسیا ہوا ہے۔ اس غلط فہمی سے یہاں بحث نہیں۔ یہ بہر حال وہ بھی مانتے ہیں کہ موجودہ قرآن ہے لفظ بہ لفظ یہی محمد وال قرآن۔ لیکن شیعہ انداز نظر نے اس اظہار من الشمس حقیقت کی بھی مٹی پلید کی۔ اس کا ناپاک فلسفہ یہ ہے کہ رسول اللہ کے بعد جن لوگوں نے قرآن جمع کیا۔

فان کفرہم وارناداد | ان کا کفر و ارتداد واضح ہے  
ہم و اضم لا ستورۃ فیہ | اس میں کوئی خفا نہیں۔  
ان کا یہ حال تھا کہ:-

مما کان معروفنا | جو معروف تھا اسے منکر بنا دیا  
فجعلوه منکراً و ما منکراً | اور جو منکر تھا اسے معروف  
جعلوه معروفنا | قرار دے ڈالا۔  
نتیجہ یہ ہوا کہ:-

فصا سرائحنا فی ذالک | حق اس زمانے میں انکے نزدیک  
الزمان عندہم باطلہ | باطل بن گیا اور باطل حق۔  
والباطل عندہم حقاً | اور جھوٹ ان کے نزدیک

شیعوں کے نزدیک خلفائے ثلاثہ کی خلافت خلافت  
اہل الجوس والحد وان تھی اس لئے وہ کیسے مان لیں کہ  
ظالم وغیر مصنف لوگوں نے جمع قرآن میں انصاف برتا ہوگا۔  
علامہ مجلسی صاف فرماتے ہیں:-

”میرے نزدیک تحریف قرآن کی روایتیں معنی  
متواتر ہیں اور انھیں ترک کر دینے سے ہمارا  
نفاق حدیث برباد ہو جائے گا۔ بلکہ میرا علم  
تو یہ ہے کہ تحریف قرآن کی روایتیں مسئلہ اہمیت  
کی روایتوں سے کم نہیں۔ لہذا اگر تحریف قرآن  
کی روایتوں کا اعتبار دیا جائے تو مسئلہ اہمیت  
بھی ثابت نہیں ہو سکتا۔“

اور مسئلہ اہمیت ثابت نہ ہو تو شیعیت کا سارا محمل  
ہی زمین پر آ رہتا ہے۔ لہذا جو لوگ یہ تائید کرنا چاہتے ہیں کہ  
تحریف قرآن کا عقیدہ رکھنا نہ رکھنا ایک فردی بات ہے۔  
اور شیعوں کو اس عقیدے پر اصرار نہیں ہے وہ محض تقیہ  
کی شعبہ گری دکھلاتے ہیں۔ یہ بہاری بدقسمتی کہتے کہ دعوت  
اور صدق جیسے پرچوں میں ایسی مغالطہ انگیز چیزیں دن کے  
آجائے میں چھپتی ہیں اور ان پر کوئی نقد کوئی تبصرہ کوئی عمل  
جو احمی نہیں کیا جاتا۔ فیما حسبہ تیا۔

**ہندی ماہ** طہ ہندی ہمارے ملک کی سرکاری  
زبان ہے اس لئے اسکو سیکھنا  
وقت کی اہم ضرورت ہے۔ یہ مختصر کتابچہ اردو کے ذریعہ  
ہندی سکھانے کا مفید ترین ذریعہ ہے۔ قیمت صرف ۲۲  
اردو ہندی لغت اے کے بے شمار الفاظ  
کا یہ ذریعہ وقت کی ایک اہم ضرورت پوری کرتا  
ہے۔ قیمت مجلد ساڑھے تین روپے۔

**ہندی اردو لغت** جیسا کہ نام سے ظاہر ہے  
اس میں ہندی الفاظ  
کے اردو ترجمے دیئے گئے ہیں۔ مجلد ساڑھے تین روپے

والکذب صدقاً  
والصدق کذباً۔  
شیعوں کی دانست میں حضرت علی کی خلافت کا اعلان

اللہ کے رسول نے ایک لاکھ سے زیادہ کے مجمع میں کیا تھا  
مگر یہ سب کے سب نمودار اللہ ایسے بد نہاد دشمن دین باطل  
کیش اور بے راہ روٹھے، کان دبا کے ابو بکر رضی کی خلافت  
پر متفق ہو گئے۔ جب قرآن کے ابتدائی جامعین ہی ایسے  
ہولناک مجرم تھے تو صحیح قرآن بھلا بعد والوں کو کیسے میرا تا۔  
چنانچہ تنبیہ المناصبین کے فاضل مصنف نے غلطیوں میں

”اس طرح قرآن محدث متواتر ہو گیا۔ یہود اپنی  
تورات کو، عیسائی اپنی انجیل کو، آریہ اپنی وید  
کو یقینی طور سے غیر محرف جانتے ہیں اور متواتر  
مانتے ہیں۔ کیا آپ ان کتابوں کے تواتر سے  
انکار کر سکتے ہیں۔ پھر کیا آپ ان کتابوں کو غیر  
محرف جانتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ تو جب تو ریت  
محرف متواتر ہو گئی تو قرآن محرف کس لئے متواتر  
نہیں ہو سکتا۔ پس یہ بھی محرف ہے اور متواتر  
بھی ہے۔“

ملاحظہ فرمایا شیعیت کا فلسفہ عالیہ!

چنانچہ علامہ مجلسی مؤلفہ العقول میں فرماتے ہیں:-

”اور تقاضائے عقل بھی یہی ہے کہ جب قرآن  
لوگوں کے پاس متفرق اور بکھرا ہوا تھا اور اس  
جمع کرنے کے ذریعے غیر معصوم ہوتے تو عادیۃ  
منوع ہے کہ قرآن مطابق واقع کے ٹھیک ہو۔“  
ملاحظہ فرمائی شرح کافی میں لکھتے ہیں:-

”یہ دعویٰ کہ قرآن ہی ہے جو آج ہمارے سامنے  
بشکل مصحف موجود ہے اشکال سے خالی نہیں اور  
یہ معلوم کرنے کے بعد کہ ابو بکر، عمر، اور عثمان  
نے کیسی بد اعمالیاں کیں یہ استدلال پرے سرے  
کا ایک ہے کہ اسے صحابہ اور اہل اسلام نے  
جمع کیا ہے اس لئے قابل اعتماد سمجھا جائے۔“

## مستقل عنوان

## کیا ہم مسلمان ہیں؟

## شمس نوید عثمانی

میدان اُحد پر سوگ اور ویرانی کی شام درد و کریم کے عالم میں غم ٹھوک رہی تھی!

آج اس میدان کے خون میں نہلے ہوئے میزبان دُڑوا نے قوموں کے عروج و زوال کی پوری تاریخ کو اپنے اوپر گزشتے ہوئے دیکھا تھا۔ کس طرح ایک انسانی امت خدا اور اس کے رسول کی چشم ابرو کے اشاروں پر حرکت کر کے اپنی آخری درجہ کی بے سرو سامانیوں کے باوجود اپنے مقابلہ پر جسنگی ساز و سامان سے لیس ایک خونخوار لشکر کو شکستِ نہریت کے پانال میں آوندے منہ دھکیل سکتی ہے مگر پھر کس طرح چند قدموں کی ایک ہلکی سی ”معصومانہ“ لغزش چشمِ زدن میں پوری قوم کے قایموں تلے سے زمین کھسکا سکتی ہے! کس طرح فاقوں اور زخموں سے نڈھال شہت بھرٹی کے انسانی ڈھلچے جب ایمان و عمل کے سوز سے دہک اٹھتے ہیں تو بے پناہ شعلہ بوالہ بن کر آہن و فولاد میں ڈوبے ہوئے عساکر کو جلا کر رکھ کر سکتے ہیں، لیکن پھر کس طرح رسولِ خدا کے صرف ایک فرمان کی مخالفت چلتے ہی خوفِ ابد ہو شر با باؤسیوں کی بھول بھلیاں میں اس بری طرح غم ہو سکتے ہیں کہ خود اپنی پرچھاٹیوں کو نہ پہچان پائیں اور خود اپنے ہی ساتھیوں پر تلواروں کے اندھا دھند وارہ کرنے لگ جائیں!

اسی زمین اور دنیا کی تاریخ میں خدا کی پیر اسرارِ مشیت نے یہ قوموں کے عروج و زوال کا ایک عظیم تجربہ بہ کر آیا تھا اور اب اس تجربہ کی تکمیل کے بعد ساری کائنات

نڈھال پڑی ہوئی تھی۔ ہر سمت ٹوکا عالم طاری تھا۔ ایک بھیاٹک سکوت کے بوجھ تلے جنگ کا خون آلود میدان کماہ رہا تھا۔ کیسی پرانا گ خاموشی! جیسے کسی نہیں طے خان کی آمد سے پہلے اچانک گرتے ہوئے مہندر خاموش و گنگ ہو جاتے ہیں! ہاں یہاں بھی ایک طوفان اور آنے والا تھا!۔ خدا بھی ایک دوسرا تجربہ شروع کر انبوالا تھا۔ اہل باطل کے مغرور فوجی تھوٹوں نے فتح کے سائز چھینر دیتے تھے۔ شیطان بھڑتیے اور گرس جن کی شکل انسانوں کی سی تھی مگر انسانیت پر جان لینے والوں کی جان لیس کر بھی جن کا خون انتقام سسر دہ ہوتا تھا۔ مجاہدین کی لاشوں پر وحشت و بربریت کا ہولناک رقص کر رہے تھے۔ انسان اپنے ہی جیسے انسانوں کی لاشوں کا خون پی پی کر دوندو کی طرح ہانپ رہا تھا۔ خدا کے نام پر تمہید ہو جانے والوں کی لعشوں کا مثلاً کیا جا رہا تھا۔ مردہ انسانوں کے کلچے جیسے جا رہے تھے۔ عورتیں ہنسی لگا دٹ کی مکمل جیاسوز پ کی ادا میں مسخ کے ترانے اپنی ہونیس وحشی مرد کی سفاکیوں کو خراجِ عقیدت پیش کر رہی تھیں۔ اور مسخ کے ناپاک شر سے ہر سمت درندے کبر و غرور کے فلک تنگاف نعروں سے فضاؤں کا سینہ چھلنی کئے دے رہے تھے۔ خدا کی زمین پر چھوٹے خداؤں کا نام بلند ہوا تھا۔ لیکن اس جن جن دلوں کی سے دور ایک کوسستانی گوشہ میں مسخ و شکست کا زخم کھائے پختے اللہ والے اپنے مقدس رسول کے خون چکان زخموں کو اپنے

مائل کیا ہے کہ نہیں؟ اور اگر خدا کا پیغام بلند کرنے والے دل و دماغ آج ان کی تلواروں سے رخ کر نکل گئے ہیں تو درحقیقت یہ فتح میں ایک عظیم الشان دھوکا ہے۔ وہ یہ خبر مائل کر چکے تھے بیتاب تھا کہ میدان جنگ میں انسان کا آسے ہیں یا اسلام؟ یہی وہ جذبات تھے جو اس کی پکار میں شراٹھاے ہوئے تھے۔

”کیا تم لوگوں میں محمد ہیں؟“ وہ چیخ اٹھا ”کیا تمہارے درمیان محمد زندہ ہیں؟“ یوں کیا محمد زندہ ہیں؟“ غیرت ایمانی کو بے قرار کر دینے والا کتنا بنیادی سوال تھا یہ۔ اس لٹکار کو سنتے ہی زخموں سے پور غبار پدین سے تڑپ کر اٹھیں کھول دیں۔ خدا کا رسولؐ زخمی ضرور ہوا تھا مگر اپنی مکمل حسین توانائیوں اور مقدس رعنائیوں کے ساتھ ان کی نظروں کے سامنے موجود تھا۔ ان کے سینوں میں عزم و یقین کی برقی تپان کو ندنی چلی گئی اور ان کے جذبات یہ جو ابی نعرہ بلند کرنے کے لئے بیتاب ہو گئے کہ ”ہاں محمد زندہ ہیں۔۔۔ وہ اب زندہ رہیں گے۔۔۔ وہ زمین پر خدا کی آخری آواز ہیں۔۔۔ وہ انسانیت کا نالہ نیم شبی ہیں۔۔۔ وہ حق و انصاف کی ابدی تڑپ ہیں۔۔۔ وہ ایمان و یقین کی دائمی قوت ہیں۔۔۔ کون ہے جو اس قوت کو شکست دے سکے؟“ کوئی نہیں جو اس چنگاری کو پامال کر سکے! لیکن خدا کے رسولؐ نے حکم دیا کہ ایمان کے اس جذبہ سرشار کو لفظ بتلنے کا وقت نہیں آیا۔ رسولؐ کے ایک اشارے پر جذبات کا سیل رداں رک کر دل کی گہرائیوں میں جذب ہو گیا۔ اسلام کوئی رد عمل کی حیثیت سے چیخ نہیں۔۔۔ وہ ایک مثبت عملی طاقت کا بحر ناپید اکتا ہے جو ایوسفیان نے اس سمندر کی خاموشی کو موت اور شکست کی خاموشی تصور کیا۔ لیکن اب بھی کوئی شے تھی جو اس کی فتح کی شرمیلیاں کاٹنے کی طرح کھٹک رہی تھی۔ وہ اب بھی مطمئن نہ تھا۔

کیسے نہ کہیں حق کی زندگی کا خطرہ باطل کی فاتحانہ سرستوں کو اندر ہی اندر سرسیر کے جاتا تھا۔ وہ کچھ دیر چپ رہا مگر جلد ہی اس سے بھی زیادہ قوت سے چلا آیا ”کیا تم میں ابو جہل (ابو بکر) زندہ رہ گئے؟“ ایک بار کوئی جواب نہ ملا تو اس نے

منفعل آسٹوں سے دھونے میں مصروف تھے۔ ان کے جسم ہی نہیں روحیں بھی زخم خوردہ تھیں۔ ان کے وجود کے سر پر رگ و ریشہ سے مریخ مریخ خون کا فوارہ پھوٹ رہا تھا۔ آج ان کی پوری زندگی اشک و خون میں نہائی ہوئی گھری تھی۔ یہ تصور کس قدر جانکاه تھا کہ مسلمانوں کی ایک لغزش کے نتیجے میں خدا کے محبوب رسولؐ کے قلب و جسم کو گزند پہنچ گیا تھا!

لیکن زخموں سے نڈھال انسانیت کے مہر داروں کو ابھی ابھی ایک دوسری جنگ کے آشکدہ میں کودنا باقی تھا۔ ایک عظیم ترین گرفتار موش و بے آواز جنگ۔ جہاں ہتھیاروں کی جھنکار کے بجائے عقائد و کردار کی تاب و توان آزمائی جانے والی تھی۔ جہاں دسرت و بازو کے کس بل کی جگہ قلب و روح کی توانائیوں کا امتحان درپیش تھا۔ جہاں خدا یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ جن انسانوں کے قدموں میں لغزش واقع ہوئی تھی ان کے سینوں کی گہرائیوں میں خدا پر ایمان کھٹنے والے قلوب بھی اپنی جگہ اٹل ہیں یا نہیں؟۔۔۔ وہ اپنی اس شکست کو دشمن کے بیخ و سنان اور آتش و آہن سے منسوب کرتے ہیں یا اس ”پیر اسرار دشمن“ کی دسیہ کاریوں سے جو خود اپنے ہی وجود کے اندر دنیاوی سود و دنیا کی جذباتی کمین گاہوں میں روپوش بیٹھا تھا؟ وہ انسان پر حملہ آور ہوتے ہیں یا انسان کے اندر چھپی ہوئی باطل و توہین پرورش کرتے ہیں؟

یہ جہاد نہیں۔۔۔ جہاد زندگی کا میدان کارزار تھا۔ کتنا خطرناک مگر کس قدر سادہ و خاموش اکتا خاموش مگر کس قدر کوہ انگن! اور اس ”دوسری جنگ“ کا ہونے کا جگہ وہ بھاری بھر کم آواز تھی جو اٹھ کے ایک مرتفع مقام سے بلند ہو کر اب دیکستان کے افق سے افق تک گونج اٹھی تھی یہ ایوسفیان کی پکار تھی۔ نہیں! یہ کفر و باطل کی لٹکار تھی جو فتح کے باوجود ابھی تک اپنی تسخیر کی حقیقت سے بدگمان تھا!۔۔۔ وہ سوچ رہا تھا کہ میدان جنگ پر کھنجر کا پرچم لہرانے والوں نے مجاہدین کے جذبہ ایمانی پر بھی تسلط

اس نے ہی آواز لگائی۔ مگر ہر بار سکوت طاری رہا۔ ایک عین اور بروقت سکوت!۔ اب اس نے آخری آواز بلند کی۔ "کیا تم میں عمرو جو ہیں۔ کیا تم میں عمر زندہ ہیں؟۔" بولو کیا تمہارے درمیان وہ شخص زندہ ہے جس کا نام عمر بن خطاب ہے؟۔ سکوت بدستور طاری تھا۔ ہر بار اسلام کی سمت سے مکمل خاموشی، موت کی سی خاموشی کے آثار پارک وہ وحشیانہ خوشگئیوں میں اب اپنے ساتھیوں کی طرف مڑا اور صحیح اٹھا "یقیناً وہ سب مارے گئے!۔ یقیناً اسلام نے میدانِ احد میں جان دیدی ہے!۔"

یہ خبر باطل ایک انسانی آواز نہیں، نہ ہر میں بھی ہوئی تلوار کا وار تھا جس نے نرم رسیاہ مجاہدین کی رگوں کو جوش و جلال سے تڑپا کر رکھ دیا۔ عبرتِ ایمانی کو پسینہ آگیا۔ سینا انسان پر نہیں خدا کی بے پناہ قدرت پر الزام لگایا جا رہا تھا۔ یہ انسانی حیثیت نہیں دین کے سنگ و ناموس کے خطرہ کا سوال تھا۔ تلواروں کا زخم کھاتے بچتے جسموں میں باطل کی اس للکار کی چوٹ کھا کر ایمان و یقین کی روحیں بے تاب ہو گئیں۔ غیرت و حیرت کے خون کی گردش تیز ہوئی اور زخم شعلوں کی طرح مٹھ مٹھ بولنے لگی اور یہ جنگ نامہ جذبات عمر ابن خطابؓ کے لبوں پر ایمان کا غلغلہ نعرہ بکیر بن کر دشتِ صحرا اور ریگستان کی دستوں میں گونجتا چلا گیا۔

"لے دشمن خدا!" ابوسفیان نے عمر کی پُر جلال آواز گرجتی ہوئی سنی "تو جھوٹ کہتا ہے!۔ یاد رکھ کہ ہم سب کو خدا نے کفر کو اس کے کفر کر داتا تک پہنچانے کے لئے اپنی طاقت سے زندہ رکھ چھوڑا ہے!۔"

ابوسفیان نے یہ جوالی للکار سنی۔ کتنی غیصہ متوقع اور کس قدر پریشانی!۔ کتنی سنجیدہ مگر کتنی بے پناہ! اسکو محسوس ہوا کہ شخ و نصرت کے سارے خواب ایک دھماکے کے ساتھ زمین بوس ہو گئے اور باطل کے قدموں تلے سے زمین لھک گئی ہے۔ اس کا سر ایک مردے کی طرح اس کے شانوں پر ڈھلک گیا!۔ جن دشت کے سارے جو صیلے

سرد پڑ گئے۔ لیکن فی الفور وہ کسی اچانک جذبہ کی برق سامانیوں کے ساتھ چونک اٹھا۔ پھر اسی مرتفع مقام پر چڑھتا چلا گیا اور "ایمان کی زندگی کا صحیح اندازہ لگانے کے لئے اپنی بھرپور طاقت سے دوسرا دار کرتے ہوئے چیخا "ہبل کا بول بالا ہوا۔ ہبل کا بول بالا!۔ رسول خدا کے اشارے پر عمر ابن خطاب کی آواز شدید تر جذبات میں للکارتی ہوئی ابھری "اللہ ہی سب سے اعلیٰ و برتر ہے۔ اللہ ہی سب سے اعلیٰ و برتر ہے۔"

"عزیز ہی ہمارا ہے تمہارا نہیں!" وہ چیخا "عزیز ہی ہمارا ہے تمہارا نہیں!"

پیغمبر کے جذبات کو عمر کی گرج دار آواز نے زمین و آسمان کے درمیان نشر کرتے ہوئے کہا "خدا ہمارا کار ساز ہے تمہارا نہیں!۔ ایک ساعت کے لئے ابوسفیان کے جسم میں حیرت اور خوف، رشک و حسرت کی شدید سینسی دور گئی۔ نہ جانے وہ کس سوچ میں گم ہو گیا تھا۔ شاید یہی کہ "حق اور سچائی پر جان دیدینے کا نتیجہ کرنے والوں کو کھائل تو کیا جا سکتا ہے، خابرش نہیں! خدا کو کائنات کا مقتدر اعلیٰ ماننے والے دل زخمی تو ہو سکتے ہیں ٹوٹ نہیں سکتے! جہاد زندگی کا تیغ آزماسپاہی ٹھوکر تو کھا سکتا ہے مگر دشمن کے آگے ہتھیار ڈال کر سجدہ ریز نہیں ہو سکتا!"

"اے عمر! آخر وہ حسرت و یاس اور ایک بے پناہ عقیدت کی غیر شعوری تھر تھری میں ڈوب کر بکا رہا اٹھا، "لے عمر! تمہیں شمع ہے تمہارے خدا کی، سچ بتا دیکھا ہم نے محمد کو ڈالا ہے۔"

"ہرگز نہیں!" حضرت عمرؓ کی آواز میں ایمان و یقین کی زلزلہ انگیز دھمک تھی۔ جو صلہ تھا۔ باطل کی خام خیالیوں پر ترس تھا۔ نفرت تھی۔ "ہرگز نہیں!۔ وہ زندہ ہیں اور اس وقت بھی تیری آواز سن رہے ہیں!" "اچھا؟" وہ کراہا اٹھا "تو میرے نزدیک بن قیمتہ سے زیادہ سچا ہے جس نے قتل محمد کی خبر اڑائی تھی۔"

۲ نہ جانے جنوبی ہندوستان کی سرزمین پر تاسخ نے اسلام کی کس طاقت کا لہرہ تیز حلال دکھا تھا کہ صدیاں گزر گئیں مگر ہنوز تاسخ کی آنکھیں حیرت سے کھلی ہوئی ہیں! مسٹر ہنویتیا صاحب وزیر میسور نے جب مسلمانوں کے ایک اجتماع میں اس حیرت انگیز واقعہ پر سے نقاب اٹھایا تو ان کی غیر مسلم آواز میں اسلام کی اس بے پناہ ایمانی قوت پر تاسخ کی وہی صدیوں پُرانی عقیدت کی بازگشت سنائی دے رہی تھی۔

آج سے سیکڑوں سال پہلے —

تانا شاہی گو لکنڈہ کے قلعہ کی دیوہنک دیوار میں دیکھ رہی تھیں کہ قلعہ کی سرنگھنک فصیلوں پر سے برستی ہوئی تیروں کی بے رحمانہ بوچھا میں اورنگ زیب کی سپاہ اسلامی ایک ایسی عظیم شان و جبروت اور بے مثال استقلال کے ساتھ ایستادہ ہے جیسے خون کے شرح سمندر اور موت کی ڈالہ بار یوں میں کوئی سرنگھنک چٹان کھڑی ہوئی ہو۔ تیروں کی بارش میں گوشت پوت کے جسم زخم پر زخم کھا رہے تھے مگر خوف اور خون کی طوفانی موجوں کا بے پناہ ریل اس سپاہ کے کہستانی استقلال میں ذرا بھی جنبش نہ پیدا کر سکا۔ چٹانوں اور پتھروں کے مستحکم قلعہ کا صدیوں پرانا جاہ و جلال جس کو کھولنے سے بھی یہ خیال نہ ہوا ہو گا کہ انسانی گوشت پوست کے لوٹھڑوں میں کبھی ان چٹانوں اور تیروں سے ٹکر جانے کی جرأت مراءٹھا سکتی ہے، جن کو عناصر کے موسمی غضب و غضب نے کبھی آنکھ بھر کر بھی نہ دیکھا تھا۔ جن کو برق و باد کے طوفان اور زلزلے عقیدت سے دیکھتے ہوئے گزرے تھے۔ آج اسی جاہ و جلال کو گوشت پوست میں لٹی ہوئی مشمت بھرا انسانی بڈوں کے ڈھانچے اپنے ایمانی استقلال سے پاش پاش کرتے دے رہے تھے! اسلامی سپاہ کے تیرد تفتنگ کے حملے میں قلعہ کی دیواریں پھلنی ہوئی جا رہی تھیں پتھروں اور چٹانوں کا تعمیری پہاڑ اپنی بنیادیں

کون جانے کواز باطل کے سربراہ کی تھی یا باطل کے وقار کے سمار ہوئے کا دھماکہ؟ اسلام کا ایک سپاہی خود کفر کی نظر روں میں ایک کاغذ سے زیادہ قابل اعتبار! جھوٹ سچائی کی عظمت تسلیم کر چکا تھا۔ اندھیاروں نے روشنی کی عظمتوں کا اعتراف کر لیا تھا۔ اسلام نے طاغوت سے خراج عقیدت وصول کر لیا تھا۔ آمین و فولاد میں ڈوبا ہوا ایک مسلح لشکر باطل اسلام کے ایک گھاتل سپاہی کے آگے تھپا ڈال چکا تھا! یہ تھا انجام اس دوسری "خاموش جنگ" کا جو آٹھ کے خون آلود میدان کے بعد دل و دماغ اور ذہن و روح کی وادیوں میں لڑی گئی۔ جہاں اسلحہ کی جگہ عقائد اور درست و بازو کے بجائے دل کی دھڑکنوں کا معرکہ کارزار مچا ہوا تھا۔ یہ آخری جنگ تیر و آفاق اعلان پر ختم ہوئی۔ یہ وہ آخری کامیابی تھی جو آٹھ کے تاریخی میدان میں ایک "زخم شکست" کے بعد ہمیشہ ہمیشہ کیلئے مسلمانوں کو عطا کی گئی۔

میدان آٹھ ایک بار بھرنہنگی کی حرارت سے دمک اٹھا۔ باطل ایک بار پھر فتح کے بادو جو اس طرح سوگوا و دل شکستہ واپس پور ہا تھا جیسے اس نے شکست کا بھی نہ بھرنے والا زخم کھایا ہو اور اسلام کے لہو میں ہنسانی ہوئی فوج پس منظر میں اپنے عزم و یقین کے جلو میں خون حیات سے سرخ و سوگرا بھر رہی تھی جیسے مشرق سے نئی سحر سے پہلے شفق کی زر کار شاعیں!

جہاد زندگی کا یہ خاموش میدان عمل آج بھی کفر و باطل کی یہ لٹکارشن رہا ہے "کیا تم لوگوں کی رگوں میں بخند اور بیکر اور عمران خطاب کا مقدس ایمانی لہو موجود ہے؟" نبی کے سرکر ڈر مسلمانوں کے کان اس آواز کو سننے سے ہیں مگر کوئی ایک دل غیرت ایمانی کا نمونہ پیش کرنے کیلئے یہ عجزہ تکبیر کربوں تک نہیں آتا کہ "ان کی رگوں میں ہی خون آج بھی گردش کر رہا ہے۔ خدا ہی اعظم برتر ہے۔ خدا ہی مہار کار ساز ہے۔ مہارا نہیں!"

لر زتی ہوئی محسوس کر تھا مگر وہ انسان جو چاروں طرف سے محاصرہ کئے ہوئے نہ جانے کب سے زندگی اور موت کے درمیان خطرات کے منجر ہمارے پڑے ہوئے تھے اپنے مجروح اور خون چکان زخموں کے ہجوم میں اس طرح سکون و اطمینان سے اُل کھڑے تھے جیسے ان کے جسموں کے اندر چھپی ہوئی خدا شناساں روجوں کو دنیا کی کوئی طاقت چھونے کی بھی جرأت نہ تھی کہہ سکتی۔ یہ قلعہ کی دیواریں حیرت میں گم تھیں، دیواروں پر ماہر تیر اندازوں کی ٹولیاں سر اسیمبلی کے عالم میں سوچ رہی تھیں اور انسانی تاریخ آنکھیں بھاگ کر ہوئے دیکھ رہی تھی کہ آخر ان شہت پھر مٹی کے انسانی جسموں میں وہ کونسی جنگاری شعلہ زن ہے جو نہ خون کے سیلاب میں سرد ہوتی ہے اور نہ تیروں کی خوفناک آندھریوں بچھنے کا ناکاؤ لیتی ہے۔ لیکن ابھی ان حیرت و عقیدت کے تماشائیوں کو اس جنگ کا اس سے بھی عظیم تر حصاد دیکھنا باقی تھا!

ٹھیک اس لمحہ جب کہ ہفتوں کی موت اور زندگی کی کشمکش کامیابی کی منزل کو چھیننے والی تھی۔ جب تیر و کمان کے خون چکان زخموں پر سنج کا نرم و شیریں ہاتھ مرہم رکھنے والا تھا۔ جب قلعہ کے باہر میدان میں خون اور پسینہ میں شراب و روج کو قیمتی موقع مل رہا تھا کہ وہ آہنی پھاٹکوں کو چیرتی ہوئی قلعہ کی چوٹیوں پر جا چڑھے اور تیروں کی بوجھا کر کے دانے تیر اندازوں کے سر پر پھینکیں کہ ٹوٹ پڑے۔ ہاں ٹھیک اس وقت جب دنیا اپنی تمام تر رعنائیوں اور جاذبیتوں کے ساتھ جدا ہونے کے قدموں میں ایک ادلتے سپردگی کے عالم میں ٹھیک جانے والی تھی۔ ٹھیک ایسی وقت انسان نے اپنے لئے خدا کی پکار سنی۔ "اللہ اکبر۔ اللہ اکبر!۔ اللہ ہی عظیم ترین ہے۔ اللہ ہی عظیم ترین ہستی ہے۔" "حی علی الصلوٰۃ۔ حی علی الفلاح" دلہنا دنیا کے رنگ و بو کی ہر ہر ذریعہ دلکشی سے منہ موڑ کر نمازوں کی طرف چلو! فلاح کی نعمت دوڑو!۔ خدا کی طرف تیر گام چو جاؤ!۔ اور واقعی انھوں نے ایسا ہی کیا۔ قہر گو کشندہ کی شکل میں جو دنیاوی انعام ان کے ہاتھوں تک آ پہنچا تھا

انھوں نے اس سے منہ موڑ لیا اور نماز و فلاح کی اس پکار پر وہ اہلسانہ جوش و خروش سے بڑھتے چلے گئے۔ حسین تمنائیں، لذیذ خواہشات، سنسنی خیز دل کش خواب اور پوری دنیاوی زندگی ان کے چھپے چھپے ان کو پکارتی آرہی تھی مگر وہ ہر طرف سے کٹ کر کائنات کے داہد پالوں ہار خدائے ذوالجلال کے آگے بڑھنے کے ساتھ صحت آراء ہو گئے۔ جیسے نماز و فلاح کی اس پکار کے چن لفظ اتنی عظیم الشان قیمت رکھتے تھے کہ ان کو تخت و تاج اور قصر و ایوان کے بدلے میں بھی فروخت نہیں کیا جاسکتا تھا۔ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے وہ اس سودو زیاں کی ماری دنیا میں کسی اور ہی دنیا کے راہی تھے جن کی منزل اس زمین و آسمان سے دور۔ موت و حیات کے اس پار۔ دور۔ بہت دور کہیں تھی!۔ ہیرنوں اور بوتلوں انبار ان کی دسترس میں آیا جانتے تھے، مگر انھوں نے صرف اپنے خدا کے لئے خاک کے خیر ذروں پر پیشانی رکھ دینے کو پسند کیا۔ تاناشاہی فوجیں ان کی غلامی اور حلقہ گوشتی کے لئے مجبور ہونے والی تھیں مگر خدا کے بندے خود ہی عبودیت و بندگی کے جذبہ سرشار میں مالک الملک کے سامنے زمینیں پس ہو رہے تھے۔ سنگ و آہن سے ڈھلے ہوئے اور ہم دوسے جھنکار تے ہوئے شاہی قلعہ کی کتیاں ان کے جس دامن میں گرنے والی تھیں انھوں نے خود ہی اس دامن کو جھاڑ کر انسانی زندگی کے آخری انجام کے تصور میں داؤد محشر کے آگے دامن سوال پھیلا دیا تھا۔

کیسا عجیب اور کتنا حسین تھا یہ نظر جاں نثاری!۔ اسلام ہی نہیں خود کفر بھی ان کی اس ادا پر سردھن رہا تھا۔ تاناشاہ اور اس کے ماہر تیر اندازوں نے نینظر دیکھا۔ ان کو خود اپنی آنکھوں کے مشاہدہ پر یقین نہ آتا تھا کہ انسان ان جیسے کچھ انسان ایسے ہی ہو سکتے ہیں جو ایک ان دکھی دنیا اور ناپید خدا کے وجود پر ایسا یقین رکھتے ہوں کہ آنکھوں دکھی دنیائے رنگ و بو اور محسوس نعمتوں کے لاکھوں شاہی خزانے بھی اس یقین کے آگے خیرہ ہو کر رہ جائیں!۔ ٹھوس مادی حقیقتوں کی دنیا کے درمیان انسان غیب کی دنیا کے

زمین و آسمان سانس روکنے کے لئے اس عجیب نظر پر ہنگامہ  
مرکوز رکھے ہوئے تھے۔ تانا شاہ نے سوچا کہ شاید کفر کا وار  
کاری ثابت ہوا ہے اور ایمان و یقین کا دل قائلانہ کھڑا  
کھا کر ہمیشہ کیلئے خاموش ہوا چاہتا ہے۔ قلعہ کی فصیل سے  
تیر اندازوں نے فخر و مسرت کا دھنیا نہ تقویہ لگایا۔ لیکن  
دوسرے ہی لمحہ اپنی بھارت پر ایک خیرہ کن بجلی کو بند گئی۔  
انکے منہ حیرت کے کھلے کھلے رہ گئے۔ انکے ہاتھ کھینکے  
اور تیر و گمان چھوڑ کر زمین پر آسے۔ انکی کھلی آنکھوں  
کے سامنے اس بار جس شخص نے خود کو موت کی قربانگاہ پر  
بھینٹ چڑھانے کیلئے پیش کیا تھا وہ کوئی سپاہی نہیں بلکہ  
خود اورنگ زیب تھا!۔ شہنشاہ نے فوجوں اور قلعوں  
کے کچ کچ گاہنے اپنی ساری عظمت و سلطنت کی خواہوں کو  
ایک سجدہ بندگی پر نثار کر دینا تمہیہ کر لیا تھا! تانا شاہ اور  
تیر اندازوں کو بھولنے سے بھی یہ گمان نہ ہو سکتا تھا کہ زمین  
پر حکومت کر نیوالا ایک انسان اپنے دشمن کو زیر کرنے  
کرتے اپنے خدا کی آواز پر ہاتھ روک کر خود ہی کو دشمن کے  
ہلک تیروں کی باڑھ پر رکھ سکتا ہے!۔ ان لوگوں کے  
ہونے و وجود جذبات کے سچان سے تھر تھرا گئے۔ نفرت اتھا  
کے تھروں میں عقیدت و مرجعیت کی برقی سنسنی دوڑ گئی  
انسانیت کی عظمت ایک زلزلہ نیکر قلعہ اور قلعہ کے باہر  
پر رشتہ دوڑاتی چلی گئی۔

”نہیں!“ تانا شاہ تیر اندازوں کو تیر اندازی کا  
حکم دینے کے بجائے دالہا نہ جوش میں چیخ اٹھا ”نہیں!  
شہنشاہ پر کوئی تیر نہ چلا جائے! یہ انسان نہیں دیوتا ہے!“  
لیکن شہنشاہ نے اپنی پوری جماعت کے ساتھ اپنے خدا کے آگے  
سر سجدہ کرتے ہوئے اعلان کیا کہ وہ دیوتا نہیں، صرف انسان  
ہے۔ خدا کا بندہ اور ایک کمزور انسان ہے! جسکی گردن کو  
بھی اوہام برستی کے دیوتا نہیں پاسکتے۔

تاریخ گواہ ہے کہ جب انسان نے اپنی انسانی عظمت  
کا یہ عملی ثبوت دیا تو گو گنڈہ کے قلعے ہی نہیں زمین و آسمان کے  
تمام خزانے قدرت نے اس کے قدموں پر کچھ اور کر دیئے! اور

”خوابوں“ میں اس طرح گم ہو جائے۔ مگر ابھی تانا شاہ کو یہ  
خیال تھا کہ ”یہ جوش بندگی“ شاید شمشیر و سنان اور تیر و گمان  
کے نرسے میں خدا کے آگے سجدہ رہے ہو جائیکے خطر ناک نتائج  
کا شعور نہیں رکھتا!۔ اور جیسے ہی نماز پر قلعہ کی سمت سے  
تیروں کی پوچھار اس خطرہ کی نوعیت سمجھانے کی عہدیت سے  
بھلے ہوئے سرد و خست دہر اس کے عالم میں گھبرا کر اٹھ  
جائیں گے۔ انسانی حملہ سے خائف ہو کر ”خدا کی اس صفت  
آرا و فوج“ کا شیرازہ بکھر کر رہ جائے گا۔ لیکن جلد ہی  
اس کو احساس ہو گیا کہ وہ ایک زبردست دھوکا کھا رہا تھا  
”خدا کی فوج“ کا شیرازہ بکھرنے کے لئے جمع نہیں ہوتا۔ اب  
اقامت کی آواز کے بعد ”امام“ جاتے نماز پر آچکا تھا اور دنیا کو  
دین کے داؤں پر لگا کر۔ زندگی اور موت کے امید و بیم  
سے دور اپنے خالق کے سامنے دست بستہ کھڑا ہوا اس حقیقت  
کا اعتراف کر رہا تھا کہ ”یہ ہم وہاں یہ موت اور زندگی  
اور یہ ساری نتائج حیات تیری امانت ہے اسلئے تیری پکار  
پر ہر شے حاضر خدمت ہے۔“ اور فوج کے ایک عام  
انسان نے یہ جذبات پیش کئے اور جماعت میں ایک ہی صفت  
میں کھڑے ہوئے شان و گدائے اس کی آواز سے دلکی دھڑکن  
کی آواز طاری۔ اُدھر قلعہ کی فصیل سے ایک تیر منسنا ہوا آیا اور  
ایمان کی قربانگاہ پر سر دگی وہاں نزاری کا دعویٰ کر نیوالے کے  
جلگ کو چاک کر گیا۔ امام کی لاش خدا کا نام لیتی ہوئی جاتے نماز  
کے کنارے پر گر گئی اور فی الفور ”دوسرا امام“ صفت سے ٹکڑے  
اس قربانگاہ پر سینہ سپر ہو کر کھڑا ہو گیا۔ موت کے خوف زبرد  
وہاں پر ایمان و یقین کے انسانی پہاڑ پوری شان سکون و  
استقلال سے کھڑے ہوئے تھے۔ قلعہ کے تیر انداز اور تانا شاہ  
میں نظر دیکھ رہے تھے اور عالم حیرت میں ایک بت کی طرح  
ساکت و مامت کھڑے تھے۔ دوسرا تیر گمان سے نکلا اور  
دوسرے امام کی لاش کو خاک و خون میں غلطان کر گیا۔ ایک  
ساعت کیلئے جاتے نماز خالی رہ گئی۔ تیسرا امام کون بنے اب  
کون ہے جو ایک یقینی موت کے نشانے پر حیرت کرے؟ نمازی سوچ  
رہے تھے۔ تیر انداز منتظر تھے۔ تانا شاہ نظر چائے ہوئے تھا۔

لیکن تاریخ ہم خدا فراموشوں سے بوجھ رہی ہے کہ لے اسلام کا دعویٰ کر نیوالے تمہاری پیشانی میں بھی کوئی سجدہ ہے؟ کوئی ایسا  
سوجھ بوجھ ہے؟

# ابھی کتابیں!

متعلق بہترین محققانہ اور میرحاصل مقالات کا پیش ہوا مجموعہ۔ اس کتاب کا نہ پڑھنا اپنی ذہن تاریخ کے ایک اہم باب سے ناواقف رہنا ہے جو بہت بڑی محرومی ہے۔ قیمت مجلد چار روپے۔

**صحابیات** رضی اللہ عنہم ان بزرگوار خواتین کے حالات جنہوں نے اللہ کے آخری رسول کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ قیمت چھ روپے۔

**سفینۃ الاولیاء** ادارہ اشکوہ کی تالیف جس میں رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام کے حالات ہیں۔ قیمت پونے سات روپے۔

**مسلمان عورت** مصر کے مشہور مصنف فرید جہدی کی عربی تصنیف المروءۃ المسلمۃ کا اردو ترجمہ۔ مولانا ابوالکلام آزاد کے قلم سے۔ مقدمہ بھی مولانا آزاد ہی کا ہے۔ قیمت مجلد چار روپے۔

**تذکرۃ الرشید** حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کا مشہور تذکرہ۔ جس میں آپ کی صرف حالات ہی نہیں بلکہ علمی و فقہی مطالب پر مشتمل خطوط بھی ہیں۔ خطوط کیا ہیں علم و فقہ کے موتیوں کا تجزیہ ہیں۔ ہر دو حصہ کمن مجلد۔ قیمت دس روپے۔ (غیر مجلد ساڑھے آٹھ روپے)

**نقش حیات** مولانا سید حسین احمد مدنی کی خود نوشت سوانح حیات مکمل دو جلدیں۔ غیر مجلد ساڑھے آٹھ روپے (مجلد اعلیٰ ساڑھے بارہ روپے)

**کتوبات شیخ الاسلام** مولانا حسین احمد مدنی کے کتبوت جو علوم و معارف کے امین ہیں۔ مکمل دو حصہ غیر مجلد ساڑھے سولہ روپے (مجلد اعلیٰ ساڑھے

**بخاری شریف ترجمہ مع متن** تشریح کے بعد سب سے بڑھ کر

مجموعی ماننے والی کتاب "بخاری" کا سلیب اردو ترجمہ اور بالمقابل عربی عبارت ساتھ ساتھ۔ تین ضخیم جلدوں میں مکمل۔ ہر پر پینتالیس روپے۔

**کتاب زندگی** امام بخاری کی الادب المفرد کا اردو ترجمہ بہترین اخلاقی تعلیمات پر مشتمل احادیث کا مفید ترین مجموعہ جس کے جامع اسم بخاری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ قیمت مجلد آٹھ روپے۔

**امام ابو حنیفہ کی سیاسی زندگی** امام ہی کہہ رہا ہے کہ کتاب لائق مطالعہ ہے۔ ذہانت و ذکاوت کے جسے حضرت امام عظیم کی سیاسی زندگی کے حالات مولانا مناظر حسن گیلانی نے گوہر ریز قلم سے پانچ سو سے زائد صفحات مجلد بارہ روپے (مجلد اعلیٰ ساڑھے آٹھ روپے)

**امام ابن تیمیہ** افضل العلماء مولانا محمد یوسف کوکن عمری کی معرکہ الآراء کتاب۔ امام العارفین شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ کے علم و فضل عزیمت و جہت اور مجددانہ کارناموں کا میرحاصل تذکرہ جس پر شیخ محمد علی بن تصدق ہوا ہے۔ قیمت مجلد دس روپے (مجلد اعلیٰ گیارہ روپے)

**عظیم تاریخ اسلام** انرا بکر شاہ نجیب آبادی۔ تین ضخیم جلدوں میں مکمل یہ مشہور زمانہ تاریخ تعارف کی محتاج نہیں۔ پاکستان میں عمدہ کاقد اور روشن طباعت و کتابت کے ساتھ چھپی ہے۔ قیمت فی سیٹ مکمل دو جلد چھتیس روپے۔

**تذکرہ مجدد الف ثانی** امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی سے

ضمان کا قانون عروج و زوال :- اذمولانا ابوالکلام آزاد - قیمت: چالیس روپے - ایک انسان ایک نظام :- (ازوجہ الدین خاں) قیمت: ۱۰

**اساس دین کی تعمیر**  
 مولانا صدر الدین اصلاحی کی مشہور کتاب خود دین کے بنیادی امور پر ایمان افروز تفصیلات پیش کرتی ہے۔  
 قیمت: جلد ساڑھے تین روپے

**حضرت ابوبکر صدیق کے سرکاری خطوط**  
 خلیفہ اول کے ستر خطوط کا یہ سترجم مجموعہ پہلی بار زیور طباعت سے آراستہ ہوا ہے۔ بچہ عرق پیزی اور تلاش و تحقیق کے بعد جمع کیا ہوا۔ جلد پانچ روپے۔

**حضرت فاروق اعظم کے سرکاری خطوط**  
 اسلام ہی کے نہیں تمام دنیا کے بہترین سپہ سالار اور بے نظیر حکمران عجمی فاروق کے ۱۲۵ خطوط کا اردو خزینہ۔ قیمت: جلد بارہ روپے۔

**اسلام کا نظام عدل**  
 دنیا کے اسلام کے مشہور مصنف یا اعلیٰ تصنیف - اسلام کے نظام عدل کو نہایت بحسب مربوط اور شیخ شکل میں پیش کرتی ہے۔ ترجمہ سلیس و شگفتہ۔ قیمت: جلد چھ روپے۔

**النبی الخاتم**  
 سیرت رسول پر مولانا مناظر حسن کی لانی کی وہ مشہور کتاب جس کے بارے میں اہل نظر کا فیصلہ ہے کہ سیرت کی لائبریری میں اس قسم کی کوئی کتاب موجود نہیں ہے۔ جلد سواتین روپے۔

**حقیقت عبودیت**  
 عبادت کے بکتے ہیں عبودیت کا ہے۔ اس کا سیر حاصل اور ایمان افروز جواب دنیائے اسلام کے شہرہ آفاق امام و جتہ علامہ ابن عربیہ کی زبان سے سنئے۔ ترجمہ عام فہم۔ قیمت: ایک روپیہ ۳۵ سٹے پیسے۔

**خاصان خدا کی نماز**  
 اللہ کے آخری پیغمبر اور ان کے صحابہ اوردیگر بزرگان دین کس طرح نماز پڑھتے تھے اس کی تفصیل آپ کی نمازوں کو کمال

بنانے میں انشاء اللہ مفید ثابت ہوگی قیمت: بارہ آنے۔  
**خاصان خدا کا خوف آخرت**  
 ایمان کا مادہ ہے۔ یہ کتاب آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے بعض ایسے اثر اگیز اور ایمان افروز حالات سے روشناس کرانے کی جو خوف آخرت پر مبنی ہیں۔ قیمت: ایک روپیہ۔

**حضرت خدیجہ الکبریٰ**  
 حضرت فاطمہ زہرا کی والدہ مومنین کی ماں رسول اللہ کی زوجہ محترمہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ایمان آفرین حالات جو بہت عاقبم اور آسان زبان میں لکھے گئے ہیں۔ بچے اور عورتیں بھی فائدہ اٹھا سکتی ہیں۔ قیمت: ایک روپیہ۔

**سیدہ فاطمہ زہرا**  
 رسول اللہ کی پیاری بیٹی، حضرت فاطمہ کے حالات زندگی، سادہ سلیس اور عام فہم زبان میں۔ قیمت: ۱۲

**مسلمان شوہر و بیوی**  
 نون شوہر کے باہمی حقوق و فرائض اور تعلقات کی نوعیت اور عمدہ زندگی گزارنے کے طور طریق کو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے۔ قیمت: ۱۲

**فتنہ انکار حدیث کا منظر و منظر**  
 کی تائید میں بے نظیر کتاب کمن میں جلد ساڑھے تیرہ روپے دوسری کو چھوڑ کر صرف جلد اول دوم بھی طلب فرما سکتے ہیں جن کی قیمت ساڑھے چھ روپے، تنہا جلد اول نہیں بھیجی جاتی۔  
 • ابوالاعلیٰ مودودی • ایم جی اصلاحی  
**مکاتیب زندان**  
 میاں طفیل احمد جیل سے لکھے ہوئے ان تینوں خطرات کے سبق آموز خطوط۔ قیمت: دو روپے۔  
**تذکرہ قرآن**  
 مولانا امین احسن اصلاحی کی مشہور و معروف کتاب۔ فہم قرآن کا راہ دکھانے والی۔ قیمت: جلد سواتین روپے۔

از مآثر ابن العرب کی

مستقل عنوان

# مسجد مسیحی کے ایک

تاریخ نوشت ۴ مارچ یعنی کہ ۲۲ رمضان المبارک

ایڈیٹر تحلی اپنی بہن یعنی عاجز کی زوجہ نسیم پر غمرا رہے تھے۔

”آخر یہ مرد وہ ہے کہاں؟۔ جب بلو اسکے بھجنا ہوں آپ فریادتی ہیں ہے نہیں“

”سچ بھیتا۔“ سبگ نے ڈرے سے لہجے میں یقین دلایا۔

”ایسا ہی اتفاق ہو رہا ہے کہ جب بھی آپ نے دفتر سے آدمی بھیجا وہ گھر میں تھے ہی نہیں۔“

”اس کا مطلب یہ ہے وہ روزے بھی نہیں رکھ رہا روئے رکھنے والا کوئی آدمی صبح آٹھ بجے بستر کے سوا اور کہیں نہیں مل سکتا۔“

”روزے تو رکھ رہے ہیں اسی لئے لکھنا بھی بند

کر رکھا ہے۔ دن میں فلم لے لے کے بیٹھتے ہیں مگر کئی کئی کاغذ

کاٹ پھانٹ کے اٹھ جاتے ہیں۔ سحری کے بعد کبھی تو

سو جاتے ہیں اور کبھی باہر چلے جاتے ہیں پھر دوپہر کو سوتے ہیں

”مت بکوت“ بہن کے بھیا جھلائے۔ وہ شاید بہن

کے چہرے سے بھانپ گئے تھے کہ ٹیپ ریکارڈنگ رہا ہے

”مارچ آدھا ہونے کو آیا۔ پہلے بھی اسی کی وجہ سے

کئی بار پرچہ لٹ ہوا ہے۔ اب کی بھی اسی کی بکواس باقی

ہے ورنہ پرچہ کسٹل ہو چکا ہے۔ تمہاری بھی موت ماری

گئی ہے۔ اسے بجائے بھانے کے طرح دیتی رہتی ہو۔“

”ہائے بھیتا آپ تو ایسے کہہ رہے ہیں جیسے وہ میرے

بس ہیں ہیں۔ بہت گھجاتی ہوں مگر وہ..... وہ آپ جانتے

ہی ہیں ایران طور ان کی بانگ دیتے ہیں“

”بیہودہ کہیں کا۔ سفید بال ہونے کو آتے مگر لو کہیں نہیں گیس۔“

اس فقرے پر سبگم کا چہرہ ذرا کشیدہ ہو گیا۔ مبرا سا منہ بنا کر بولیں۔

”خیر ہمایاں تو ابھی تک ان کا ایک بھی سفید نہیں آ

ہاں ہاں تو وہ چننا پیچھے آئے تو کہہ دینا یا تو کل تک

اپنا بلو اس نام کا تیب کے حوالے کر دے ورنہ بہت مبری

طرح پیش آؤں گا۔“

یہ کہہ کر وہ سر پٹختے چلے گئے۔ اب میں غسل خانے سے

برآمد ہوا اور دروازے سے جھانک کر دیکھا کہ واقعی وہ چلے

بھی گئے ہیں یا ٹھیکرے آہٹ لے رہے ہیں۔ ویسے ان جیسے

آدمی سے اس کی توقع نہیں کی جا سکتی تھی، لیکن چور کا دل

کتنا۔ وہ دوڑ سڑک پر اقساں و خیزاں چلے جا رہے تھے۔

اقساں و خیزاں اس لئے کہ روزوں میں ان کا بھی حال کچھ کم

پتلا نہیں تھا۔ ایک دفعہ کو تو ترس بھی آیا اور جی چاہا کہ پکار

کر کوئی موقعہ کا شعر پڑھوں، مگر شعر کہاں دھرے ہیں۔

روزوں کے فیض سے مذاقی شعری کا یہ عالم ہے کہ نظم و شعر کا

فرق ہی سمجھ سے بالا ہو گیا ہے۔

کچھ بھی ہو اپنی سبگم آج کل بہت اچھی جا رہی تھیں۔

مسہری پر گرتے ہوئے میں نے حوصلہ افزائی کی۔

”ہزاروں برس دیو سبگم۔ تم الا قسم اب تو بہت حسین

ہوتی جا رہی ہو۔“

”آپ کو شرم آنی چاہیے۔“ وہ بڑے سے لہجے میں لیلو۔

” ضرور آئے گی۔۔۔ سچ کہا ہوں جب تم آپ جتنا سے بولتی ہو تو بہت خرم آتی ہے۔“

” بس رہنے دو۔۔۔ آخر یہ بچنا کب جائے گا۔“  
” ہائیں۔۔۔ کیا کہا بچنا۔“ تجھے تاؤ آگیا ” تم تو ایسے

کہہ رہی ہو جیسے شوہر میں نہیں تم ہو! ”  
” تم کہئے “ ان کی بیزاری عروج پر پہنچ گئی ” اب

میں آپ کے لئے اپنی عاقبت برباد نہیں کروں گی۔ بھینتا سے صاف صاف کہہ دوں گی کہ یہ گھر ہی میں ہوتے ہیں مگر دفتر کے آدمی سے چھوٹا کہلا دیتے ہیں۔“

” بس بس “ میں نے ٹوکا ” کیا آج کے اخبار میں لڑائی دنگ کی خبریں زیادہ ہیں؟ “

” جہنم میں گیا اخبار۔۔۔ روزے آخر اور لوگ بھی تو رکھتے ہیں تمہارا ہی روزہ دنیا سے نرالا کیوں ہے کہ چار درو تلی بھی نہیں لکھ سکتے۔“

” آگئیں آپ سے تم پر۔۔۔ کیا کہا اور قلی۔۔۔۔۔“  
” اے اور کیا۔۔۔۔۔ ہمیں میں سات آٹھ صفحے ہی تو

لکھتے ہو۔۔۔۔۔“  
” آف۔۔۔۔۔ یہ تم کہہ رہی ہو۔۔۔۔۔ میرے انڈر زمین

پھٹ کیوں نہیں جاتی۔۔۔۔۔ نووہ بھی کہتے ہیں کہ یہ بے رنگ نام ہے۔۔۔۔۔ اور۔۔۔۔۔ وہ۔۔۔۔۔ دوسرا مہرہ کیا تھا؟ “

ان کے ہونٹوں پر شرم آیا مگر بی گنیں۔  
” مہرے کسی اور سے پوچھنا۔ آخر لکھ لکھا کے جا

کیوں نہیں پھڑکتے۔“  
” ایسے کہہ رہی ہو جیسے مضمون لکھنے اور ناک شکنے پر

کوئی فرق ہی نہیں۔ کبھی گڑک مرغی دیکھی ہے تم نے؟ “  
انھوں نے جواب نہیں دیا بس ناخوشگوار انداز میں

مجھ دیکھتی رہیں۔  
” فرض کرو تم کسی گڑک مرغی سے ایک لاکھ تیرہ کہو کہ

نیک بخت انڈا دیدے۔ خدا کے لئے دیدے۔ تو کیا وہ دیدے گی؟ “  
” یہ گندری مثالیں اپنے پاس رکھو۔ کونسا ادق مضمون

لکھنا ہے۔ آلا بلا کچھ گھسیٹ ڈالو۔“  
” خوب داد دے رہی ہو۔ آلا بلا کیا کوڑا کہا کر کہو۔

اینٹ پتھر کہو۔ واہ رے واہ۔ تہی دستی میں کب کوئی کسی کا ساتھ دیتا ہے۔ کہ ساری کی میں تیا بھی۔۔۔۔۔ تو یہ۔۔۔۔۔ کہ

ناریکی میں سایہ بھی جسٹ ہوگا! ہوتا ہے انسان سے۔“  
” آپ تو کہتے تھے بھیجا سوکھ کے چھوارہ بن گیا ہے۔

بھر یہ شعر کہاں سے آ رہے ہیں؟ “  
” شتر گرو۔۔۔ یہ کبھی تم کبھی آپ آخر کیا مذاق ہے؟ “

” مذاق و مذاق میں نہیں جانتی۔ تمہاری وجہ سے مجھے بھیا کی جلی کٹی سننی پڑتی ہے۔ یا تو ڈھنگ سے کام کر دیا

استغفار دیدو۔“  
” تو یوں کہو آج لڑنے ہی کا تہیہ کر لیا ہے۔ سچ

کہتا ہوں تم اگر اتفاق سے شوہر ہو گئی ہو تو مجھے عدت ہی میں خودی کر لینی پڑتی۔ اچھا مجھے تو کچھ بلاتی

ہو اپنے مہاسے کیوں نہیں کہتیں ایک فتویٰ میرے لئے بھی ہے۔

” کیسا فتویٰ؟ “  
” سفید رنگ کا فتویٰ۔ خوب بھولی بن رہی ہو کیا

میں نے پچھلے جمعہ کو نہیں کہا تھا کہ اپنے بھیا سے فتویٰ دلا کر ایک دو روزہ معاف کر دو دفتر کا دفتر لکھ ماروں گا۔“

” تمہیں تو خدا کی بھی شرم نہیں۔ وہ قسم کو ہونٹوں ہی ہونٹوں میں گھونٹ کر بولیں۔

” ارے وا۔ تمہارے بھائی صاحب ہر پہننے سو حزن کے فتوے لکھتے رہیں تو کوئی شرم کی بات نہیں اور میرے

لئے ایک سطر ہی فتویٰ بھی گویا کہ۔۔۔۔۔ جی ہاں گویا کہ۔۔۔۔۔“  
” ہٹو تم سے کون مغز مارے۔ اچھا دن میں نہیں

لکھ سکتے تو رات کو کیوں نہیں لکھتے۔ تراویح کے بعد ایک دو دن ٹرگشتی نہ سہی۔“

” میں تو اب آئی ہو مطلب پر۔ یوں کہو نامیری تارا کی تفریح تمہیں کھٹک رہی ہے۔ زہر دیدو مجھے۔ دن بھر روزہ رکھوں اور ذرات کو کاغذ قلم سے مراروں۔ یہی منشا



”فضول باتیں مت کرو۔ یہ تباؤ روز رات کو کہاں جاتے ہو؟“

میری نگاہ بے اختیار سگیم کی طرف اُٹھ گئی۔ اتنا تاؤ آرہا تھا کہ ریوالبور نصیب ہوتا تو بے شک انٹر جھونک دیتا۔ ظاہر ہے ابھی بھائی کی لاڈلی نے کان بھرے تھے بس خون کے گھونٹ پی کے رہ گیا اور عزم بالخرم کر لیا کہ ذرا بھیا جان رخصت ہوں تو ان لاڈلی حکیم کو بھی لکھوں۔

”ادھر کیا دیکھ رہے ہو۔ میں پوچھتا ہوں اظہار سے سحری تک کہاں رہتے ہو؟“

”جی۔۔۔ پرسوں چوری جی کی مسجد میں شہینہ تھا۔ کل مرزا چراغ حسن کے یہاں ختم خواجگان کی محفل تھی۔۔۔“

”اور آج کی رات تمہارے مزار پر عرس ہو گا؟۔۔۔“

”الائق کہیں کے۔ مجھے معلوم ہوا ہے تم مولوی رحیم الدین کے لڑکے کو رات رات بھر شطرنج کھلو رہے ہو۔“

”تو کیا وہ دودھ پیتا پتھر ہے۔ میں بے ساختہ تڑخا“

”ضیبت خود تو مجھے کھینچ کھانچ کے لے جاتا ہے۔۔۔ مگر حوالہ دلاؤ شطرنج کون مردود کھیلتا ہے۔“

انھوں نے بڑی ناخوشگوار نظروں سے گھورا پھر مسکرائے۔ ان کی مسکراہٹ بعض مرتبہ بڑی بڑی لگتی ہے۔ ایسے مسکرائیں گے جیسے کھا جائیں گے۔ کڑوے لہجے میں کہنے لگے۔۔۔

”صوفی ڈیرمین شکایت کر رہے تھے کہ ان کی درگاہ سے برابر چادریں چوری ہو رہی ہیں۔“

”چادریں۔۔۔ یعنی کہ چادریں۔ کیا مطلب؟“

”تم چادر کا مطلب نہیں سمجھتے؟“

”اس وقت تو میں اپنا بھی مطلب نہیں سمجھتا۔ قسم ہے جناب آپ کو تو جو بھی چڑھا دیتا ہے بس چڑھا لے میں آجاتے ہیں۔ صوفی ڈیرمین کی درگاہ سے اگر مردوں کے کفن بھی چوری ہو جائیں تو آخر مجھ بڑ نصیب کا اس سے کیا واسطہ؟“

”ہو سکتا ہے چور کوئی اور رہا ہو مگر آکھ تمہارے

سو نہ نہ رکھی کی نہیں ہو سکتی۔ بڑی ذلیل حرکت ہے۔“

کمال کرتے ہیں آپ۔ اس صوفی کے بچے سے درخت تو کیا ہوتا کہ وہ کس بنیاد پر الزام تراشی کر رہا ہے۔ وہ تو یہ بھی ثابت نہیں کر سکتا کہ چادریں چوری ہی ہوئی ہیں۔“

”وہ نہ کر سکے مگر میں کر سکتا ہوں۔ وہ لفظ کا فقیر تھا اسے ملنے جلنے والوں میں ہے۔ کل ہی اسے نئے سبزنگ کے تہبند میں دیکھا گیا ہے۔“

”تو اس سے کیا ہونگا ہے۔ فقیر اسے آدل تو میرا یار نہ نہیں۔ محض معمولی الیک سلیک ہے۔“

”جھوٹ کہتے ہو۔ کیا یہ وہی فقیر انہیں ہے جسے تم نے مصنوعی دائرہ ہی لگا کر درگاہ بلبل شاہ کے سجائے سے بھڑا دیا تھا؟“

”ار۔۔۔ آپ کو کیا معلوم؟“

”کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟۔۔۔ ان کی نیکی نظر نیچے اپنی ہڈیوں کے گودے میں چھپتی محسوس ہو رہی تھیں۔“

”خیر غلط تو نہیں۔ لیکن چادریں کا معاملہ الگ ہے۔ فقیر نے تو نیا کرتے بھی پہنا تھا اب وہ صوفی کا بچہ کہاں گیا کہ یہ کرتا بھی اسی کی درگاہ سے چوری ہوا ہے۔“

”کہہ کیا دے گا۔ وہ تو کہہ ہی رہا ہے کہ چڑھا دے کے کچھ اور کپڑے بھی چوری ہوئے ہیں۔“

”خون لگ گیا ہے اس کے منہ کو۔ خدا کیلئے آپ اس مسکار کے معاملہ میں نہ بولتے۔ میں خبرٹ لوں گا۔“

”میری بلا سے اس نے پولیس میں رپورٹ درج کرادی ہے۔۔۔“

”اوہ۔۔۔ تو یہ بات ہے۔ آپ چاہے میرے گولی مار دیں مگر اس صوفی کے بچے کی عاقبت ضرور برباد کر کے رہوں گا۔“

”ختم کرو۔ مجھے یقین ہے تمہاری موت کسی صوفی ہی کے ہاتھ سے لکھی ہے۔“

”نامکن“ میں تاؤ میں بھبر گیا ”کسی صوفی کے ہاتھ سے مرنے سے پہلے میں کسی خارش زدہ کتے کے معالے میں اتر

میں تاؤ میں بھبر گیا ”کسی صوفی کے ہاتھ سے مرنے سے پہلے میں کسی خارش زدہ کتے کے معالے میں اتر



میں ملا دیتا۔

کافی دیر مجھے صوفی دتت میں کے بارے میں غور کرنا پڑا۔ پھر زینہ آگئی۔ نذر کے وقت اٹھا تو یاد آیا کہ کل مضمون دینے کا وعدہ ہے۔ معاذ اللہ جانے کس روز میں وعدہ کر بیٹھا تھا ورنہ لکھنا اپنے بس کی بات ہی کب تھی۔ کیفیت تو واقعہ یہ تھی کہ پورے رمضان جب بھی دن میں نسیم کاغذ لیکے بیٹھا ہی محسوس ہوا کہ کھوپڑی میں نسیم خانہ آباد ہے۔ ماسکھے پرشکنیں ڈال کر دماغ پر زیادہ زور ڈالنا تو ایسا لگتا کہ بھیجا معدے میں اتر جائے گا۔ دل کی دھڑکن اور مرخ کی لکڑوں کوں میں کوئی نسیم ق باقی نہیں رہ گیا تھا۔ اسی لئے دفتر اور اہل دفتر سے منہ چھپائے پھر رہا تھا۔ ایک دو بار خود ایڈیٹر جسلی آدھکے تو سعادت مندی نسیم نے ہدایت کے مطابق پہلے ہی مجھے مطلع کر دیا۔ پھر انھیں اندر بلایا۔ ان کی عادت ہے پہلے اذن چاہتے ہیں پھر اجازت مل جانے ہی پر قدم رنجہ فرطے ہیں بارہا ان کی اس عادت پر میں نے شکوہ کیا تھا کہ آپ غیرت برتتے ہیں۔ اُس بد نصیب ہنوتی کے گھر میں داخل ہونے کے لئے استیذان تکلف کی کیا ضرورت ہے جسے آپ نے غلام زادہ بنا چھوڑا ہے۔ لیکن وہ تکبر کے فقیر نہیں مانے اور میں نے صبر کی سہل سینے پر رکھی۔ مگر وہ رے سیرنگی زمانہ انکی یہی عادت اس بار میرے حق میں کیسی نعمت ثابت ہو رہی تھی۔ ایک دن سو یا ہوا تھا کہ نسیم نے انکو ٹھاپلائے اطلاع دی وہ آ رہے ہیں۔ بس پھر کیا تھا ہرن کی طرح کلاچ بھر کے اندر کی ددہری کو ٹھری میں جا سامایا۔ غلطی یہ ہوئی کہ جوتے اٹھانا بھول گیا۔ ان کی نظر نے سب سے پہلے ہی مکزوری پڑی۔

”تم تو کہہ رہی ہو نسیم وہ باہر گیا ہے مگر جیتے۔“

”جی۔۔۔ وہ چیل پہنے پہنے چلے گئے ہیں۔۔۔“

مگر انھیں یقین نہیں آیا اور کو ٹھری میں مجھے چیلے آئے۔ اگر وہ بھی میری طرح تنگے پیروں چکے چکے آئے تو شاید میں کہتے کی موت مارا جاتا، لیکن غنیمت ہے وہ جا سوسے نادل نہیں پڑھتے۔ یا پڑھتے ہوں گے تو ان سے کچھ سیکھنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ ادھر انھوں کو ٹھری

میں قدم رکھا اور ادھر میں مصیبت کا مارا اچھلاوے کی طرح ایندھن کی کوٹھری میں جا گھسا۔ وہ بھانپ تو شاید گئے تھے لیکن ایندھن کی تنگ ڈنار یک کوٹھری میں گھسنا ان جیسے نستعلیق آدمی کے لئے مشکل ہی تھا۔ اس طرح مجھے اس شاعر کے بال بچوں کو دماغے خیر دینے کا موقع ملا جس نے کہا تھا۔

رسید بزد بلاستے دلے خیر گذشت

آپ کہہ سکتے ہیں کہ تم نالائق تر اور سچ کے بعد کیوں حق بھر کے بیٹھے تھے اور مضمون کا پاپ کاٹا۔ مگر یہ بھی آپکو خبر ہے کہ اب کی پہلے روز سے سے ہی منشی چشمک علی کے یہاں شطرنج کا اکھاڑہ جم رہا تھا۔ یہ تو خبر نہیں کہ اہل دل روزہ اقطارتے ہی ڈوٹ جانتے تھے یا تر اور سچ ٹھہر کر طبل جنگ بجتا تھا۔ میں بہر حال تر اور سچ سے ناروغ ہو کر جب بھی پہنچا ہوں بازار گرم پایا ہے اور صوفی طبریز خواجہ تمہیں، مرزا نسیم اور اچھن میاں دد بد نظر آئے ہیں۔ پھر کچھ دیر میں دو چار مشورے اور بھی آجائے اور وہ گھسنا کارن پڑنا کہ الامان والخصیظ۔

پہلا ہی روزہ تھا اور دوسری تر اور سچ پڑھ کر میں سوچ رہا تھا کہ کاغذ قلم سے سرمارے بیٹھ جاؤں گا۔ اچانک میں اچھن مسجد کے دروازے ہی پر مل گئے۔

”چچا میاں آپ بھی کمال کرتے ہیں۔ وہاں رن پہ رن پڑ رہا ہے اور آپ یہاں تر اور سچ پڑھ رہے ہیں۔“

”ابے پاگل ہوا ہے سب کہاں رن پڑ رہا ہے۔“

”اجی دہیں منشی چشمک صاحب کے یہاں۔ دلی کے دد رستم کھلاڑی آئے ہوئے ہیں منشی صاحب کو دو ماہیں بلا دی ہیں۔“

”تو کیا روزہ کھوتے ہی بیٹھے گئے تھے؟“

”جی ہاں۔ دلی والے کل پر سوں چلے جائیں گے۔“

ان کی خاطر۔۔۔“

”بس بس سن لیا۔ جاؤ کہہ دینا چچا رمضان میں شطرنج نہیں کھیلتا۔“

”ہائے چچا جان الّا قسم ناک کٹ جائے گی۔ دلی والے



پہنچ جاؤں گا۔"

پھر ایسا ہی کرنا پڑا۔ اچھن میاں آج بھی مسجد کے دروازے ہی پر پہرہ دے رہے تھے۔ میں جھلا گیا۔  
"کیا مصیبت ہے۔ ارے تم چلو میں چائے پی کے آرہا ہوں۔"

"چچا جان چائے تو وہاں بھی تیار ہے۔ ادھاری بھی بہت سی آپ کے لئے سجی رکھی ہے۔"  
"اے چچا کے ہتھیے تو کیوں میری جان کالا گو ہوا، جاگہ بنا نہیں آتے۔"

"الاشم حجاجان دیر نہ کیجئے۔ منشی صاحب کا فرزند بیٹ گیا ہے۔"  
"میں تیرے کان پر ہی میں لگا دوں گا۔ بھاک یہاں سے۔"

وہ ٹھنڈا کائے واپس گیا۔ مگر کیا حاصل۔ کچھ دیر بعد خواجہ شبن چڑھ آئے۔ بیگم ان کی آواز سنے چنکیں پھر دبی آواز میں مجھ سے گویا ہوتیں:-

"کیا قصہ ہے۔ کل بھی یہ تھیں لے گئے تھے؟"  
"ہاں۔۔۔۔۔ اسے بڑی مصیبت ہے۔ وہ شیخ دلاور کا بڑا لڑکا ہے نا اسے چڑھ گئی ہے کہ دو سرے شادی کر دوں گا۔ اسی قضیے میں گھٹانے گھٹانے کی خاطر مجھے کھینچا جا رہا ہے۔"

بیگم نے ناخوشگو اور نظروں سے مجھے گھورا۔  
"رمضان میں تو سچ بول لیا کیجئے۔"  
"ہائیں۔۔۔۔۔ تو کیا میں جھوٹ بول رہا ہوں۔"

"میری بلا سے۔ جاسیے وہ انتظار کر رہے ہیں۔ میں باہر آیا۔ خواجہ شبن پھٹ پڑنے والے تھے کہ ہونٹوں پر آنکھیں رکھ کے انھیں چپ کیا اور دروازے سے ہٹا کر سڑک پر لایا۔"

"یار بیٹو آؤ گے تم۔ میں تو خود ہی آرہا تھا۔"  
"میرا ٹھینڈا آ رہے تھے۔ اب ان کی اسی کو یارانہ کہتے ہیں۔ منشی جی دومات کھائے بیٹھے ہیں اور تم یہاں

بیوی کی دم سے بندھے دوستی کا نام بدنام کر رہے ہو۔"  
"چلو بابا چلو۔ میں آج خود بھی ایک درجن ماہیں کھاؤں گا جب تم لوگوں کو چین آئے گا۔"  
"کھاکے تو دیکھو۔ چھ اٹار دوں گا تمہارے پریٹ میں۔ یار دنی والے حبت کے چلے گئے تو تم کس کی ماں کو ماں کہیں گے۔"

"میری بیوی کو کہہ لیا کرنا مجھے کوئی اعتراض ہوگا آج بھی سحری تک جماؤ رہا۔ دلی والے سایدینڈک کی چربی کھاکے آئے تھے۔ ایک ہی بازی میں تین بیج گئے اور نتیجہ پھر بھی صفر رہا۔ بازی چوہری اٹھ گئی۔"

لیکن معلوم ہوا دلی والے ابھی جا نہیں رہے ہیں عید تک جمیں گے۔ اب تو ظاہر ہے میرے لئے گلو خلاصی کی کوئی صورت تھی ہی نہیں۔ ہار حبت روز میں ہوتی مسک انھی کا پلہ بھاری رہتا، کیونکہ میرے پیچھے سے نسل ہی یار ان طرفیت دو تین ماہیں کھا چکے ہوتے۔ بڑی مشکل سے دسویں روز نے کو گیا رھوں تراوت کٹھڑک میں نے اسکو پورا کیا اور دو ماہیں چڑھا دیں۔ اب میں مطمئن تھا کہ کم سے کم گل جا ہی سچی رہے گی اور بجلی کا پاپ کاٹ سکیں گا مگر ستارہ ہی گردش میں ہو تو کون کیا کر سکتا ہے۔ گیا رھوں روزے کی شام کو منشی جنمک لے اور بے اختیار لپٹ گئے۔  
"جنگ جنگ جو لیا۔ تمہارے دم سے عزت رہ گئی۔ بھئی کیا جا لیں چلتے ہو قسم ہے قرآن کی۔"

"شکریہ۔ مگر قبلہ آج سے ہیں رخصت چاہتا ہوں۔"  
"اے دا۔ خبر بھی ہے دلی والے آج صوفی رمضان کو لارہے ہیں۔"

"کیا مطلب؟ صوفی رمضان تو کبھی کالنگوٹ کھول چکے۔"  
"کھول تو چکے مگر وہ ان دلی والوں کے رشتہ دار ہیں ان کے اصرار پر پھر میدان میں آ رہے ہیں۔"

"آرتے دو۔ آپ سب لوگ بیٹھے رہتے گا۔"  
"کیا باتیں کرتے ہو۔ ان سے تمہارے سوا کون

لڑے گا۔

”میرا تو وارنٹ نکل چکا ہے منشی صاحب۔ سپاہی روز کنڈی کھٹکھٹاتا ہے۔“

”وارنٹ! وہ چونک کے ایک قدم پیچھے ہٹ گئے۔“

”جی ہاں وارنٹ۔ ایڈیٹر تجلی کو جانتے ہیں آپ۔ انہری ٹھٹھریٹھ ہے پکا۔“

”استغفر اللہ۔ میں تو ڈر ہی گیا تھا۔ اماں ہٹاؤ۔ رمضان میں کہیں فالٹو کا ہوتے ہیں۔“

”آپ نے مسجد سے پیمانے تک پڑھا ہے کبھی۔“

”کہاں فرصت ملتی ہے۔ ایک دفعہ پڑھا تھا، انٹرایسٹڈ معلوم نہیں کیا لکھتے ہو۔“

”بجائے مگر خواہ اسی کی ملتی ہے۔“

”کیوں جھوٹا بولتے ہو۔ ہم نے تو ایک دفعہ اپنا مضمون رسالہ طوفان ادب کو بھیجا تھا اس نے صفت بھی نہیں چھاپا۔“

”بدذوق ہو گا اس کا ایڈیٹر۔ ختم کیجئے میں آج نہ آسکوں گا۔“

”کیسے نہیں آسکو گے۔ خواجہ شہین کہہ رہے تھے اگر ملانے پھر مگر کی تو پھر اماردوں گا۔“

”مار لینے دو میں نور ایہ شعر پڑھ دوں گا۔“

نظر لگے نہ نہیں ان کے دست و بازو کو یہ لوگ کیوں سے خرم مگر کو دیکھتے ہیں

”اس سے کیا ہوتا ہے۔ وہ جگر میں نہیں سینے میں ماریں گے۔“

”میرا جگر سینے ہی میں ہے تجھی تو دلی والوں کو ناک چنے چو ادیتے ہیں۔“

”قسم قرآن کی اچھا نہیں ہو گا اگر تم نے پڑھ دکھائی۔ ہاں نہیں تو۔“

تراویح کے بعد خواجہ شہین مسجد کے دروازے ہی پر مل گئے۔ موڈ بڑا سخت تھا۔

”بہت فضول آدمی ہو تم لا۔ کیا ستانے میں مزا

آتا ہے۔“

”بھائی صاحب ستانا نہیں میری آفت آئی ہوئی ہے۔ دن میں روزہ نہیں لکھنے دیتا۔ رات میں شطرنج سے چھٹی نہیں۔ بتاؤ تجلی کا پیٹ کیسے بھروسے۔“

”چوتھے میں ڈالو تجلی کو۔ اماں کیا رمضان روزہ نہ آتا ہے۔ چلو صوفی رمضان کب کے آئے بیٹھے ہیں۔“

”تو تم لوگ نمونہ۔“

”خاک ٹپیں۔ سات بجے سے اب تک فقط دو ڈھائی گھنٹے میں انھوں نے پانچ ماہیں بلا دی ہیں۔ صوفی طہریر کو تو پیری دی منشی جی کو نہرہ پڑھا کے کھلایا اور مات دیدی۔ اماں غضب کی چالیں چلتے ہیں۔“

”میں کب کروں گا۔ میری عزت بھی خاک میں ملو آؤ گے۔“

”دیکھا جائے گا۔ جب یاروں کی نہیں تو تمہاری بھی نہیں۔“

قہر درویش بجان درویش جانا پڑا۔ صوفی رمضان صحیح بڑے بانگ کھلاڑی تھے۔ انگریز کے زمانے میں ایک ریاست سے شطرنج ہی کی خواہ پاتے رہے ہیں۔ دور دور شہرہ تھا۔ سحری تک دو بازیاں کھلیں۔ ایک برابر اٹھی ایک میں وہ جیت گئے۔ برابر بھی اتفاقاً ہی اٹھی انھیں ایک بات پر جھلا ہٹ آگئی اور ادٹ پٹانگ چال چل گئے۔ در نہ جیت وہی رہے تھے۔

انگلے روز درویش میں منشی چشمک علی نے مجھے کھڑا بھیجا۔ وہاں خواجہ شہین اور صوفی طہریر بھی تھے۔ تینوں کے

ہرے لٹکے ہوئے تھے اور سوچ بچار اس مسئلہ پر چوری تھی کہ جب آخری ہرہ۔ تا بھی پٹ گیا تو اب کیا ہو گا۔ صوفی طہریر کہنے لگے۔

”میں نے تو آج کمر خ شاہ کے مزار پر چلیوں کی کھال بھجوائی ہے۔“

خواجہ شہین بولے۔ ”میں نے بھی بقائی درگاہ میں چادر بھجوا دی ہے۔ صلے کا بھی انتظام کر آیا ہے۔“

”مجھے کس لئے یاد فرمایا گیا؟“ میں نے آگے سے ہوتے لہجے میں پوچھا۔

”نہی بتاؤ کیا کیا جائے۔ صوفی رمضان کی حیت دراصل دنی والوں کی حیت ہے۔“

”اجی ہٹائیے بھی۔ کیا آپ نے یہ سمجھا ہے وہ روز ہی جیتیں گے؟“

ان کے مایوس چہروں پر اُمید کی لہر دوڑ گئی۔

”کیا تمہیں تو قے سے مات نکال لو گے؟“

”تو قے کس چڑیا کا نام ہے۔ سو فیصدی مات نکالو گا بس اس کا لحاظ رکھتے کہ اگر میرے اور صوفی رمضان کے درمیان کچھ تیز گفتگو آجائے تو آپ لوگ دخل نہ دیجئے گا۔“

”کیوں یعنی کیا مطلب؟“

”مطلب کچھ بھی نہیں بس کہہ دیا۔“

”ارے تو کیا تم جھگڑا کرو گے؟“ منشی جی خوف زدہ آواز میں بولے۔

”ایک خاص حالت تک۔ ہاتھ پائی کی نوبت نہیں آئے گی۔“

”اس سے کیا فائدہ؟“

”آپ کو چینے سے مطلب ہے نا۔ بس دیکھ لیجئے گا۔“

در اصل صوفی رمضان کی کمزوری میں نے رات ہی بھانپ لی تھی۔ معمولی سی جھلاہٹ میں وہ بہکتے تھے۔ رات آئی۔ بازی جی۔ اتفاق یہ تھا کہ وہ دو دن دئی دالے آج کہیں اٹک گئے تھے۔ شاید انھیں یقین تھا کہ صوفی صاحب اکیلے ہی سب کی کھال کھینچیں گے۔

اول تو میں نے سنجیدگی سے کوشش کی کہ انھیں بات دیدوں لیکن ہار گیا۔ پھر محبوباً استاد رحمۃ اللہ علیہ کی پالیسی پر عمل پیرا ہونا پڑا۔

دوسری بازی میں انھوں نے فرزیں چلا تو میں نے کھٹ سے گھوڑا اٹھا کے چوتھے گھر پر اسے مار دیا۔ وہ گھبرا کے بولے۔

”ارے ارے کیا کرتے ہو۔ یہ گھوڑا ہے نیل نہیں۔“

”واہ صاحب گھوڑا کہاں ہے نیل ہے۔“

”ارے وا۔ دیکھتے نا گھوڑا ہے۔ نیل تو وہ دونوں آپ کے رکھیں ہیں۔“

”اوہ۔۔۔ ہاں میں سمجھا نیل ہے۔ لا حول ولا قوۃ۔“

پھر چند چالوں کے بعد میں نے نیل سے ڈھائی گھر پہ ان کا رخ اُڑا دیا۔ اب کی وہ بھٹائے۔

”عجیب آدمی ہیں آپ بھی۔ اب کی نیل کو گھوڑا بنا رہے ہیں۔“

”کیا۔۔۔ نیل کیسا۔ نیل تو وہ رکھا ہے۔ میں نے گھوڑے کی طرف اشارہ کیا۔

”تو بہ تو بہ۔ آپ کی نظر موٹی ہے کیا۔ رخ رکھ دیجئے۔“

”کیوں رکھ دوں صاحب۔ میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ اب کی آپ کو غلط ہی ہو رہی ہے۔“

”استغفر اللہ۔ اجی جناب چشمہ اتار کے دیکھئے۔ یہ بھی کوئی بات ہوئی۔“

ان کی آواز سلگ رہی تھی۔ میں نے بڑے اطمینان سے چشمہ اتار اور نیل کو اس انداز سے دیکھا جیسے دور میں لگا رہی ہو۔

”مجھے تو اب بھی یہ گھوڑا ہی نظر آ رہا ہے۔۔۔“

”لا حول ولا قوۃ۔“ انھوں نے ”حول“ کے لام کو چھڑکی کے انداز میں ادا کیا اور دیگر حاضرین کی طرف دیکھ کر بھڑکے ”دیکھ رہے ہیں آپ لوگ انھیں ٹہروں تک کی پہچان نہیں۔“

”معاف کیجئے گا صوفی صاحب“ میں نے بڑی نرمی سے کہا ”معلوم ہوتا ہے بقاضائے عمر آپ کی بیانی کمزور ہو گئی ہے۔ غور سے دیکھ لیجئے نا یہ گھوڑا ہی ہے۔“

اب تو وہ بالکل ہی آپے سے باہر ہو گئے۔ اندیشہ تھا کہ بساطِ سخن کھٹے ہوئے ہیں گے لیکن میں نے کھٹ سے ان کا رخ اسی خانے میں رکھ دیا جس میں بیٹا تھا اور نیل کو اسی کی جگہ رکھتے ہوئے ندامت کیساتھ عرض کیا۔

بچ بسے تھے۔ وہ تیسری کے لئے ٹہرے جمانے لگے۔  
 ”اب اجازت چاہوں گا صوفی صاحب۔ سحری  
 کا وقت ہونے والا ہے۔“  
 ”اجی ایک اور ہو جائے۔“ صوفی صاحب نے  
 اصرار کیا ”ابھی تو کافی دقت ہے۔“  
 ”نہیں حضرت۔ مجھے سحری کھانی ہی نہیں پکانی  
 بھی ہے۔ پیوی آج کل مکمل ترک موالات کے موڈ  
 میں ہے۔“

بالے جو اریجی کو بڑی مایوسی ہوتی ہے، جب  
 جیتنے والا جیسے پیر کر کے نو دو گمارہ ہونے لگے صوفی صاحب  
 کا بس نہیں جلا اور نہ میری ٹانگ پکڑے کھیلنے پر مجبور کرتے۔  
 ”اچھا تو پھر کل رہے گی“ انھوں نے فیصلہ کن  
 انداز میں فرمایا۔

”جی ہاں ضرور رہے گی“ منشی چشمک چلے۔  
 ”نہیں جناب میں کل نہ آسکوں گا۔ بی ضروری  
 کام اٹکے پڑے ہیں۔“  
 ”یہ تو کوئی شریفانہ طریقہ نہ ہوا“ صوفی صاحب  
 برہمی کے ساتھ بولے ”ہارجیت کا فیصلہ تین دن سے  
 کم میں نہیں ہوا کرتا۔“  
 ”ہاں تو آپ کی ہو چکی صوفی صاحب۔ میں کل سے لنگوٹ  
 کھول رہا ہوں۔“

”کیا دامت ہے۔“ وہ بھٹانگے ”آپ نے کبھی  
 شریفوں میں شطرنج کھیلی ہے؟“  
 ”شریف تو میرے سائے تک سے بھاگتے ہیں صوفی  
 صاحب۔ زندگی بھر میں صرف ایک بار ایک شریف  
 آدمی نے میرے ساتھ بازی لڑائی تھی وہی آج تک  
 پھٹا رہا ہے۔“

”ک کیا مطلب؟ یعنی کہ آپ... یعنی کہ...“  
 صوفی صاحب فرط غضب میں اپنا مافی الضمیر  
 انداز نہ کیے۔ منشی چشمک علی کی رگ اخلاق پھڑک  
 اٹھی۔ خواجہ شہین کو بھی صوفی صاحب پر ترس آ گیا۔

”معافی چاہوں گا صوفی صاحب۔ مجھے ہی اتنی  
 چوک ہوئی۔ یہ کم بخت نیل اور گھوڑے ایک ہی سے جیتے  
 ہیں۔ قصور ان گدھوں کا ہے جو ٹہرے بناتے وقت نیل  
 کی سونڈ نظر انداز کر جاتے ہیں۔“  
 وہ اٹھے اٹھے رہ گئے۔ بازی آگے بڑھی۔ لیکن  
 تپتے ہوئے دماغ کی گرمی ان کے بس سے باہر تھی۔ جھلا جھلا  
 کے چالیں چلتے رہے اور آپ ہی اپنے گرد جال بن لیا۔ پیج  
 یہ کہ مار گئے۔ اب تو پارہ اور بھی چڑھا۔ نئی بازی جاتے  
 ہوئے کڑے بچے میں فرمایا۔

”اگر اب کی آگے میاں ملا ایسی کوئی حرکت کی  
 تو فوراً مات مان لی جائے گی۔“  
 ”یہ تو زیادتی ہے صوفی صاحب“ منشی چشمک حاجت  
 سے بولے ”ملا صاحب کے تو اپنا قصور مان لیا تھا۔ بھول چوک  
 تو خدا بھی معاف کرتا ہے۔“  
 ”کہتا ہوں گا معاف۔ یہ بھی کوئی تماشہ ہے کہ نیلے  
 کا گھوڑا اور گھوڑے کا نیلا۔“

”نہیں نہیں صاحب“ میں نے کہا ”اب میں کھیر  
 مل مل کے دیکھوں گا۔ مگر ذرا آپ بھی دیکھ بھال کے  
 چلے گا۔“  
 ”کیوں میں نے کوئی چال بے دیکھے بھلے چلی؟“  
 وہ غراے۔

”یہ مطلب نہیں۔ عرض یہ کہ نا چاہتا تھا کہ آپ  
 اونچے کھلاڑی ہیں۔ بعض چالیں آپ کے شایان شان  
 نہیں ہوتیں۔“  
 ”تیر خیر آپ کھیلے۔“ وہ بیزاری کے ساتھ بولے،  
 پھر اس طرح ٹہرہ چلا جیسے رہیٹ مار رہے ہوں۔ میں بھی  
 یہی چاہتا تھا۔ پھیلی بات اتارنے کے لئے وہ اور بھی  
 طرارے میں بھر گئے تھے۔ یہی انھیں چاروں خانے چرت  
 گرانے کا موہب ہوا۔

دوسری مات کھا کر ان کے پوڑھے چہرے پر  
 بڑے ہی دردناک احساسات جھلکنے لگے۔ اب ڈھائی

دونوں ہی نے مجھے مجبور کیا کہ کل پھر لڑے گی۔ بادل ناخوہستہ میں نے مان لیا۔

اگلے دن نرناشوگور کھلا۔ میں اور خواجہ شبن باتیں کرتے بازار سے گذر رہے تھے کہ دونوں دلی داسے بھواتی جلوانی کی دوکان پر نظر آئے۔ اچھوں نے سیر پھر مگر جلیبیاں خریدیں اور ایک بڑے سے بھگوانے میں کھکر پٹھان پورے کی طرف روانہ ہو گئے۔

”دیکھا آئے۔“ میں نے خواجہ شبن سے کہا۔  
”میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں آج ان لوگوں کا روزہ نہیں ہے۔“

”نہ ہو گا۔ آخر مسافر ہیں نا۔“

”کیسے مسافر۔ یہ تو عید تک کے قیام کا ارادہ کر چکے ہیں۔ پھر صوفی رمضان بھی مسافر ہیں کیا؟“

”یوان کے بارے میں کیا معلوم؟“  
”ان جلیبیوں میں یقیناً ان کا بھی حصہ ہے۔ یقین نہ آئے تو چلئے تحقیق کریں گے۔“

”مگر روزہ نہ ہونے سے جلیبیوں کا کیا تعلق ہے۔ یعنی کہ جلیبیاں ہی کیوں اور کچھ۔۔۔۔۔“

”آپ نہیں جانتے۔ یہ اساتذہ فن کا خاص نسخہ ہے۔ دماغ کے لئے جلیبیوں کے شیرے سے بڑھ کر کوئی ٹانگ نہیں۔ چلئے چلیں۔“

ہم صوفی رمضان کے گھر پہنچے۔ غور طلب یہ تھا کہ پوست کنہ حال کیونکر معلوم ہو۔ اتنے میں ایک چھ سات سال کا بچہ گیندا اچھالتا ہوا گھر سے برآمد ہوا۔ میں نے اس کی گیندا اچھالی۔ وہ جھٹ سے چھیننے کے لئے آگے بڑھا۔ میں آہستہ آہستہ پیچھے ہٹتا گیا۔ جب دروازے سے اتنا فاصلہ ہو گیا کہ پول چال کی آواز گھر میں جانے کا خطرہ نہ رہا تو میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کے پیار سے کہا۔

”تمہارا کیا نام ہے بیٹا؟“

”تپو۔۔۔۔۔ لاڈ ہماری گیندا۔۔۔۔۔“

”ہاں ہاں گیندا دیں گے۔ مگر پہلے یہ بتاؤ تمہارے دادے کیا کر رہے ہیں؟“

”حقہ پی رہے ہیں۔ لاڈ ہماری گیندا۔“

”شاباش۔ لو یہ گیندا۔۔۔۔۔ مگر ہاں وہ خود آدمی تمہارے گھر ابھی ابھی آئے ہوں گے کیا وہ بھی حقہ پیتے ہیں؟“

”وہ تو بیڑی پی رہے ہیں۔ لاڈ ہماری گیندا۔ گیندا دے کے ہم لوگ لوٹ آئے۔ خواجہ شبن ٹنڈ پھاڑ کے بولے۔“

”اماں کمال ہے یہ صوفی بدماش روزہ بھی نہیں کھتا۔“  
”رکھتا ہے۔ ضرور رکھتا ہو گا۔ مگر آج وہ تیار کر رہے ہیں۔“

”تتاری کی ایسی تیسی۔ تیار کر کے آگیا مطلب؟“  
”یہ مطلب کہ آج وہ جلیبیاں کھائیں گے۔ خمیرہ مروارید کھائیں گے۔ دو بار غسل کریں گے۔ نصف گھنٹہ چت لیٹ کر سر میں دھینے کا آدھ پاؤ تیل کھائیں گے۔“

”دھت تیری کی یہ بھی کوئی بات ہوئی۔“  
”یہ شاہی نسخہ ہے شبن صاحب۔ کھو پڑی میں ہنڈے چلنے لگتے ہیں۔“

”اماں تو تم بھی کردنا تیار۔ قسم خدا کی رات تو کمال کر دیا تم نے، اماں کیا سچ مچ گھوڑے فیلے میں دھوکا لگا تھا؟“

”وہ تو آج بھی لگے گا شبن صاحب۔ مگر آج بادشاہ اور فرزیں کی باری ہے۔“

”ارے۔۔۔۔۔ کیا بات؟“ ان کی آنکھیں پھیل گئیں  
”ستائے!۔۔۔ آدمی ستاروں کی چال سے مجبور ہے شبن صاحب!“

”رات کو حسب معمول پھر اکھاڑا اجا۔ صوفی رمضان کی بے آب دگیہ چند یا آج کنڈن کی طرح دیک رہی تھی۔ صاف میز پر رکھ کے جب وہ فرش پہ بیٹھے ہیں تو کمرہ روغن دھینہ کی لہک سے ہلک اٹھا ہے۔“

کیا "کس بات یہ شور مچا رہے ہیں آپ لوگ — یہ دیکھئے۔" میں نے چٹکی میں ٹیڑھا ہوا ٹھنکا صوفی صاحب کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا "آنکھ سے داغ میں چسٹھا جا رہا تھا، ماشاء اللہ۔"

پھر کچھ دیر تو تو میں میں کے بوجھل چالو ہوا صوفی صاحب باوجود سعی عمل کے آپ سے باہر نہ چکے تھے۔ نتیجہ وہی ہوا۔ ہارے اور ٹہری طرح ہارے۔

اب کہانتک یہ رزم نامہ مہراؤں۔ مختصر یہ کہ ساری راتیں تو کاٹھ کی فوجیں لڑانے میں صرف ہو چکی تھیں اب کل تک ڈائری لکھ کر دینی تھی۔ عام حالات میں ایڈیٹر تجلی فقط ڈائری لکھ کر دینی تھی۔ لیکن خاص حالات میں وہ واقعہ بڑی طرح پیش آتے ہیں، دو دفعہ اس کا رخ تجربہ کر چکا ہوں جس کی تفصیل کسی اور موقع پر عرض کروں گا۔ فی الحال تو تیسری بار کے تجربہ سے بچنے کی فکر تھی۔ رات کو حقہ بھروسے کے بیٹھا۔ اتنے میں سیٹھ شمشاد کا نوکر آدھکا۔

"میںٹھ جی نے آپ کو یاد کیا ہے۔"

"بہت اچھا کیا ہے۔ کہنا وہ بھی آپ کو یاد کرتا ہے، فقط والسلام۔"

"جی۔۔۔ جی وہ تو اسی وقت یاد کر رہے ہیں۔"

"ہاں ہاں کہہ دینا ملا بھی آپ کو اسی وقت یاد کر رہا ہے۔"

"ارے صاحب انھوں نے تو کہا تھا ساتھ لیکے آنا۔"

"کیا مصیبت ہے۔ دیکھ فتن۔ کہہ دینا ملا جسٹا"

سہارا نیورگے ہوئے ہیں اکل آئیں گے تو مل لیں گے۔۔۔"

۔۔۔ تم گھر۔۔۔ ستیا ناس۔ ارے یہ مت کہہ دینا کہ کل مل لینگے۔"

یوں کہنا کہ ان کے گھر پہ کہہ آیا ہوں کہ آئیں تو سیٹھ صاحب سے مل لیں۔"

"مگر صاحب وہاں تو سیٹھ جی کے جہان بھی آپ کی"

راہ دیکھ رہے ہیں۔ شعر پڑھے جا رہے ہیں۔"

کھیل کے دوران میں نے اچانک ایک آنکھ ہاتھ سے ملتے ہوئے کہا۔۔۔

"افوہ۔۔۔ معلوم ہوتا ہے آنکھ میں کچھ پڑ گیا ہے۔"

۔۔۔ ذرا دیکھیے گا صوفی صاحب!

انھوں نے چونک کے نظر ڈیر کی۔ میں نے آنکھ

پھڑپھڑائی۔ وہ بل بھر گھورتے رہے۔ پھر پھٹلا کر لہجے۔

"اجی ہو گا کچھ چال چلتے۔"

"واہ صاحب — یہاں تو آنکھ کھٹک رہی ہے آپ کہتے ہیں چال چلتے۔ منشی صاحب نے آپ

دیکھیے گا آنکھ میں کچھ نظر آتا ہے کیا؟"

منشی صاحب جھکے۔ پھر باری باری اور بھی لو

سعی لا حاصل کرتے رہے۔ وہاں کچھ ہوتا تو نظر آتا۔

میں کرا ہتا رہا۔ آخر کاہل طرح کے کہا۔

"آپ سب کی نگاہ موٹی ہے۔ منشی صاحب نے ا

آئینہ لائیے میں خود دیکھ لوں گا۔"

"آئینہ۔۔۔۔۔ یار آئینہ تو گھر میں نہ جانے کہاں

پڑا ہو گا۔ دیکھتے ہیں کوشش۔۔۔۔۔"

"اچھا ٹھہریے۔۔۔ کام یوں بھی چل جائے گا۔"

یہ کہہ کر میں کبلی کالیمپ اٹھا کر صوفی صاحب کی

جنباکے برابر لایا اور دوسرے ہاتھ کی انگلیوں سے

آنکھ کو پھیلا کر چند یا پر گردن جھکا دی۔ بل بھر تو سب

متحیر سے رہے مگر جب صاف ظاہر ہو گیا کہ صوفی صاحب

کی چٹکی ہوتی چند یا بطور آئینے کے استعمال ہو رہی ہے

تو ہتھیوں اور دہاڑوں کا طوفان اٹھ گیا۔ پہلے خواجہ

فتین اور منشی چٹمک وغیرہ کے تھے اور دہاڑوں ظاہر ہے

صوفی صاحب اور دلی والوں کی رہی ہوں گی۔

"بڑے نامعقول ہیں آپ میاں ملتا۔" یہ صوفی

صاحب کی لکار تھی۔

"واہ صاحب یہ بھی کوئی بات ہوتی" یہ دلی والے

پلے تھے۔

"ارے۔۔۔ کیا ہوا؟" میں نے حیرت کا مظاہرہ

میں داواؤں کا آچکی ہے۔ اپنا قلم حکم نے پیش کیا مگر مردانہ ہاتھوں میں کہیں زنا نے قلم چلنے میں بہت کوشش کی مگر دو چار نہایت تھوڑے کلموں کے سوا کچھ بھی نہ لکھ سکا۔ اتنے میں ظہر کی آذان ہو گئی۔ نماز سے فارغ ہو کر بازار سے داواؤں لایا اور تین سے پانچ تک ڈٹ کے لکھا۔ جی ہاں ڈٹ کے۔ مگر کیا لکھا اس کا اندازہ اس سے سمجھ کر عصر کی آذان پر حجت کلم خوش ہوتی ہوئیں میرے قریب آئیں کہ انا اور لکھنے والے میں کافی لکھ لیا ہو گا تو میں بیٹھے ہی بیٹھے کہہ کر قلم کی منیم بری سے جادو کے طوطے کی کہانی سن رہا تھا۔

”اے آپ تو سو رہے ہیں۔۔۔“  
میں نے بڑ بڑا کے آنکھیں کھولیں۔ انھوں نے سامنے رکھے ہوئے صفحے پر نظر ڈال کر تبرا سامنے بنایا۔  
”تو یہ۔۔۔ یہ تو کئی پھی سطر ہیں۔ لکھا ہوا کہاں ہے؟“

”لکھا ہوا۔ بس یہی لکھا ہے۔۔۔“  
”یہ لکھا ہے؟۔ یوں کہتے رات جو پانچ سطریں لکھی تھیں انھیں کیڑوں کیڑوں میں تبدیل کر دیا ہے۔“  
”یہ بھی ایک آرٹ ہے میگم۔ اور اب تم میرا ہو لٹول باندھ دو۔ رمضان میں افطار سے نصف گھنٹہ قبل سفر کرنا بھی آرٹ کی نہایت اعلیٰ قسم ہے۔“  
اور اے ناظرین تجلی! اب یہ آفت زدہ ملائین رمضان میں پردیس کی ٹھوکریں کھاتا پھرتا ہے۔ کوٹنا نصیب ہو گیا اور ایڈیٹر تجلی نے زندہ بھی چھوڑ دیا تو خیر آئندہ فلمی ملاقات ہو جائے گی۔ ورنہ بغلیں بجا جاکے گاتے پھرنا کہ:-

حق معفرت کرے عجب زاہر د تھا

(ملا زندہ صحبت باقی)

منہاج العابدین دارودہ  
اور غزالی کی سب سے آخری تصنیف  
جو آپ کی پوری زندگی کی تعلیمات و  
ارشادات کا خلاصہ اور فن تصوف کا چوڑا ہے۔ مجلد چھ روپے

”آفت تو یہ۔۔۔ اے مائی ڈیر کہنا وہ گھر پہلے نہیں۔ کان کھول کے سن لو میاں فتن! اچھے آج بے حد ضروری کام ہے۔ مگر یہ بھی مناسب نہیں کہ بیٹھ صاحب کی بات ٹھکرانی جائے۔ بس یہی کہنا کہ نہیں۔۔۔ اگر نہ کہا تو میں بہت بُرا آدمی ہوں۔“  
وہ بچارہ ہٹکا بٹکارہ گیا۔

”اچھا صاحب میں آپ کی سب باتیں بہادوں گا۔“  
”یا خدا یا۔۔۔ اورے دہرانے کے بچے۔۔۔ بایں مت دہرانا۔ بس یہ کہنا کہ ملے نہیں۔“

وہ ہاتھوں کو اس طرح اٹکاتا پٹکاتا چلا گیا جسے میری سیدھی سی بات اس کی سمجھ میں نہیں آتی ہو۔ ایک گھنٹہ میں اسی الجھن میں رہا کہ جانے وہ لکھا کیا جا کہے گا۔ پھر بشکل موڈ درست کیا اور لکھنے بیٹھا۔ سحری تک محض چند سطریں لکھی گئیں۔ میری ذہنی حالت اُس بچے سے مختلف نہیں تھی جو اسکول سے ایک دن غیر حاضر رہ کر ذہنی طور پر تین دن غیر حاضر رہتا ہے۔  
”میں کل پردیس جا رہا ہوں کیم“ سحری کھاتے بیٹھے میں نے زبند حسرت دیا س کہا۔ ”صرف پانچ سطریں لکھی گئی ہیں۔“

”دن میں ایک دو صفحہ اور لکھ کر کاتب کے حوالے کر دیجئے گا پھر رات کو لکھیے گا۔“  
”مشکل ہے۔ کاش کسی انا نے سطر خج کی طرح ایک آدھ روزہ صاف کرنے کا بھی جو ازار رکھا ہوتا۔ یہ انا بڑے ہی خشک ہوتے ہیں۔“

صبح بعد فجر حسب معمول سو گیا اور بارہ بجے اٹھ کر ارادہ کیا کہ قلم چلاؤں۔ مگر خدا گواہ ہے بارہ بجے سے ایک بجے تک ذہن یہی فیصلہ نہ کر سکا کہ حسیب کے دونوں فلموں میں سے کونسا قلم نکالوں۔ پھر فیصلے کے بغیر ہی آگت کر حسیب یہ ہاتھ ڈالا تو دونوں ہی قلم سوکھے پڑے تھے۔ داواؤں ڈھونڈی معلوم ہوا صبح دونوں صاحبزادیوں نے ایک چڑیا پڑھی تھی اس کے پر رکنے

# قرآنی آیات احکامیہ کی لاشافی تفسیر

## تفسیرات احمدیہ

راز احمد ابن ابی سعید جو نپوری المعروف بہ بلا جیون (داتا گاندگی)

یہ کتاب اپنے ٹھیک ترین ٹیکو سال قبل اس وقت لکھی گئی جب ہندوستان پر قوت اسلامیہ کا اولوالعزم فرزند اورنگ زیب نے حکومت کرتا تھا۔ یہ تفسیر اس وقت سے لیکر آج تک اسلامی کتب خانوں کی جان بچی گئی ہے۔ کیونکہ اس کا تعلق قانون اسلام (REG-ULATIONS OF ISLAM) سے ہے۔ صحیح اسلامی زندگی کو جس کا ہر گوشہ ہدایت رسانی سے معمور ہو۔ ہمیشہ تفسیرات احمدیہ کی محتاج ہوگی۔

عملی زندگی کا کوئی ایسا قانون ایسا نہیں جو اس تفسیر میں موجود نہ ہو۔  
ہو اور گھر۔ قرآن پاک کے بیان کو سامنے رکھ کر قانون سازی (TO LEGISLATURE) کا مطالعہ کرنا چاہئے ہیں ان کے لئے یہ پیش بہا خزانہ ہزاروں صفحات کے نچوڑ کا کام دے گا۔

فقہی اختلاف کیوں ہوتا ہے اور کہاں کہاں ہوتا ہے۔ اگر کوئی اس طرح اسلامی زندگی کی تشکیل کی۔ یہ سب کچھ تفسیرات احمدیہ سے معلوم کیجئے۔

ترتیب سورہ کے ساتھ تمام آیات احکام و وصفت اور اختلاف کی یہ مستند دستاویز زندگی کے ہر میدان کی رہنمائی کے لئے پیش کی جاتی ہے۔

یہ تفسیر ایک صرف عربی زبان میں دستیاب تھی، اب اس کو اردو کے گھر سے ہونے کا قالب میں پیش کیا جا رہا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہر اسلامی ملت میں سکرا اور ادارہ دعوت تک تفسیرات احمدیہ کو پہنچا دیا جائے۔

طریق کار (۱) ہر ایسا نیکو تفسیرات احمدیہ کے خواہشمند ہوں وہ اپنا پورا پورا طوراً اشتراک ایک روپیہ ارسال کر دیں ہر دو گرام کے تحت ہر ماہ ۱۰ روپیہ (ماہانہ) سائیکس کے تقریباً سو صفحات کتابی شکل میں شائع ہوتے ہیں گے تفسیر صرف پندرہ ماہ کے مختصر عرصہ میں آپ تک پہنچ جائے گی

ہر ماہ شائع شدہ ایک جلد بصورت دی۔ پی در روپے مع محصول ڈاک آپ کی خدمت میں ارسال ہوتی رہے گی۔ اگر ایک شہر سے پانچ دوست اپنی جلدیں یکجا کی طلب کریں تو دی۔ پی آٹھ روپے کی ارسال ہوگی۔  
(۲) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ مکمل تفسیر کے لئے پیشگی رقم مبلغ پچیس روپے ارسال کر دیں۔ اور ہم آپ کو ہر جلد شائع ہونے پر رجسٹری سے ارسال کرتے رہیں۔

آپ کا تعاون ہماری کامیابی کا ضامن ہے

ناشر۔ کتب خانہ نعیمیہ دلیوبند (دلی)

(بیلرونی و پاکستانی حضرات خط لکھ کر معلومات حاصل کریں)

## روغن کسیر دماغ

روغن کسیر دماغ کوئی معمولی اشتہاری دوا نہیں  
 قیمتی جڑی بوٹیوں اور مفید اجزاء کا مرکب ہے  
 جو دماغی قوت اور بالوں کے لئے ایک ٹانگ  
 کی حیثیت رکھتا ہے۔ دماغی نزلہ کو دور کرنا  
 ہے۔ بے خوابی رفع کر کے مٹھی نیند لاتا ہے  
 دماغی محنت کرنے والوں کے لئے خاص تحفہ  
 ہے۔ قیمت فی شیشی ایک روپیہ ۸ پیسے  
 (ڈاک خرچ ڈیڑھ روپیہ)

ہلال فارمیسی دیوبند  
 (دیوبند)

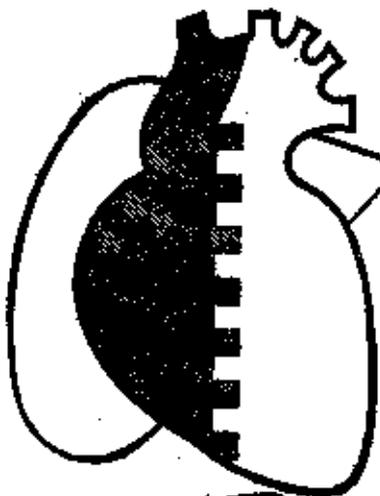
## مایوسوں کیلئے بشارت

مفید تجربہ قابل اعتماد علاج۔ تجربہ ہماری  
 صداقت کی گواہی دے گا۔

اگر آپ مدتوں علاج و معالجہ کے بعد بہت  
 ہار کر مایوسی و انتشار کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔  
 وقت کے تقاضے یا غیر محتاط زندگی کے باعث  
 جسم کی طاقتیں مست اور نڈھال ہو گئی ہیں  
 تو پھر ایک بار خدا کے بھروسہ پر ہمت کر کے  
 اس طرف رجوع کیجئے۔ یہاں ہر قسم کے امراض کا  
 خاص طور سے ہوتا ہے (خطوط راز میں رکھے  
 جاتے ہیں) حکیم ابوسعید عبداللہ

اسلام نگر۔ داکھانہ درہ بھنگہ ضلع درہ بھنگہ بہار

## خون صاف کرنے کی قدرتی دوا



صافی



معدہ کے قفل کو درست کرتی ہے۔ بھوک کو  
 بڑھاتی ہے اور صاف و صحت مند خون پیدا کرتی ہے۔

دہلی - کانپور - پٹنہ



حضرت ابو بکرؓ کو کھڑا کیا اور انھوں نے مسلمانوں کو اس اہل صداقت کی طرف توجہ دلائی کہ جو شخص محمدؐ کو چاہتا تھا وہ سن لے کر ان کا تو انتقال ہو گیا۔ اور جو اللہ کی عبادت کرتا تھا وہ جان لے کر اللہ تعالیٰ کو اب بھی موجود ہے۔۔۔ نیز ”محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول تھے۔ ان سے پہلے بھی رسول آئے اور انتقال فرما گئے۔ تو کیا اب اگر وہ بھی اپنے پیش رووں کی طرح انتقال کر جائیں یا کوئی انہیں قتل ہی کر دے تو کیا تم ان کے لئے جوئے دین سے منہ بھیر لو گے“ (آل عمران ۱۴۷، ۱۴۸) یہ سنا تھا کہ صحابہ کی آنکھیں کھل گئیں۔ انہیں آپ کے وصال کا یقین آیا اور وہ راضی برضا ہو کر پیغمبر و پیغمبرین میں مشغول ہو گئے۔

اتنے میں خبر آئی کہ انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہو کے اپنے میں سے کسی شخص کو مسلمانوں کا امیر مقرر کرنے والے ہیں۔ اس پر حضرت عمرؓ نے جھٹ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کو ساتھ لیا اور انصار کے مجمع میں جا پہنچے۔ انصار اپنی طویل اسلامی خدمات کی بنا پر یہ چاہتے تھے کہ قوم کا امیر ان میں سے ہو۔ یہی خواہش مہاجرین کی بھی تھی۔ آخر انصار نے یہ تجویز پیش کی کہ اچھا ایک امیر مہاجرین میں سے ہو اور ایک ہم میں سے، اور یہ دونوں مل کر تمام امور کا انتظام کریں۔ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ نے یہ تجویز بھی منظور نہ کی۔ آخر ہی بحث اور رد و مکہ کے بعد حاضرین نے حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کرنی اور انہیں خلیفہ الرسولؐ تسلیم کر لیا۔ اگلے دن بیعت عام ہوئی۔ جب یہ خبر مدینہ سے باہر گئی اور مسلمانوں کو معلوم ہوا کہ مدینہ میں موجود صحابہ نے حضرت ابو بکرؓ کو خلیفہ مان لیا ہے، تو انھوں نے بھی بیعت کرنی۔

اس سے معلوم ہوا کہ اسلام میں خلیفہ کے انتخاب سے متعلق کوئی اصول پہلے سے مقرر نہیں تھا۔ کیونکہ اگر ایسا اصول موجود ہوتا تو سقیفہ بنی ساعدہ میں جو مناقشہ ہوا اور مہاجرین اور انصار کی طرف سے جو دلائل پیش کئے گئے، ان کی ضرورت ہی پیش نہ آتی۔ فوراً اس نص یا حدیث کی طرف اشارہ کر دیا جاتا ماس کے بعد کسی کو اعتراض کی مجال ہی نہیں تھی حقیقت یہی ہے کہ اسلام میں اس مسئلے سے متعلق کوئی رہنمائی نہیں ملتی۔ اسی لئے حضرت عمرؓ کہا کرتے تھے کہ کاش حضرت رسولؐ کی صلی اللہ علیہ وسلم تین معاملات میں ہدایت فرمائی فرما جاتے، کلام اور خلافت اور ابواب دیا۔ یوں ہوتا تو مجھے دیا فیہا سے زیادہ عزیز ہوتا۔

حضرت ابو بکرؓ کا زمانہ خلافت بہت مختصر رہا۔ اس کے بعد وہ ہی دو سو اور سال کے قریب زندہ رہے لیکن اس قلیل مدت میں بھی انہوں نے قرآن کی پیش گوئی کو لفظ بلفظ صحیح ثابت کر دکھایا جس کی سرگرمی اور تن دہی سے انھوں نے فتنہ ارتداد کا قطع متع کیا، یہ انہیں کا حصہ تھا۔ کیا انہیں کچھ شک ہے کہ اگر ان روزہ کی یہ تحریک کامیاب ہو جاتی کہ ہم زکوٰۃ نہیں دیتے تو اسلام کا خاتمہ ہو گیا ہوتا۔ دین میں یہ اتنا بڑا خسار پیدا ہو جاتا کہ لوگ اسلام چھوڑ کر بھیر جاہلیت اولیٰ کی طرف عود کر گئے ہوتے۔ حضرت ابو بکرؓ کا اس نازک وقت میں انتقال اور مرتدین کے خلاف جا جانے اقدام اسلام کو حیات تازہ دینے کا باعث ہو گیا۔ یہی وہ تکلیف دین اور خوف سے امن میں بدلنے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت قائم کرنے اور شرک کے ازالہ کا دھرہ ہے جس کا ذکر ارشاد خداوندی میں تھا۔

حضرت ابو بکرؓ نے اپنی وفات سے پہلے صحابہ سے مشورہ کیا اور ان پر اپنا خلیفہ ظاہر کیا کہ وہ اپنے بعد حضرت عمرؓ کو خلیفہ نامزد کرنا چاہتے ہیں۔ تقریباً سب نے حضرت عمرؓ کی سخت گیری کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ اندیشہ ہے کہ وہ لوگوں سے تشدد سے پیش آئیں گے حضرت ابو بکرؓ اپنے فیصلے پر قائم رہے اور انھوں نے کسی مخالفت کی پروا نہ کی بغیر عمرؓ کو خلیفہ مقرر کر دیا۔ ان کا خیال تھا کہ جب ذمہ داری کا بوجھان پڑے گا تو ان کی سختی خود بخود دم ہو جائے گی۔ یہ خیال ٹھیک نکلا۔ ان کی وفات کے بعد قوم نے ان کے فیصلے کا احترام کیا اور پہلے مدینہ میں موجود صحابہ نے اور اس کے بعد ملک کے دوسرے حصوں سے لوگوں نے ان کی بیعت کرنی اور وہ مسلمانوں کے متفقہ امیر اور خلیفہ تسلیم کرنے لگے۔

یہ انتخاب کس قدر صحیح اور مناسب رہا۔ یہ اس کے نتائج سے دیکھا جاسکتا ہے۔ تاریخ کے ”اگر.....“ مشہور ہیں، ان کے متعلق گفتگو کرنے سے کوئی مفید نتیجہ برآمد نہیں ہو سکتا، کیونکہ جو کچھ ہوتا تھا، وہ ہو چکا۔ لیکن جب ہم خاص اس معاملے پر غور کرتے ہیں، تو یہی خیال

آج سے لگا کر حضرت ابو بکرؓ اپنی وفات سے پہلے حضرت عمرؓ کو خلیفہ نامزد نہیں کرتے اور ان کے بعد اسے عاتق ان کی جگہ حضرت عثمان یا حضرت یاسر اور خلیفہ تسلیم کر لیتی تو واقعی کیا ہوتا۔ ظاہر تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کی تاریخ کا رخ ہی بدل گیا ہوتا۔ وہ عظیم الشان فتوحات، جو خدا تعالیٰ نے ہمیں عطا نہ ہوئیں، مشرق اور مغرب میں جس طرح اسلام کی ترقی ہوئی، وہ نہ ہوتی۔ اگر اسلام یوں یورپ کے دروازے تک نہ پہنچتا، تو یورپ میں علوم کی جو ترقی ہوئی اور جس نے بعد میں نشاۃ ثانیہ کی شکل اختیار کی وہ نہ ہوتی یا کم از کم اس میں نامعلوم عرصے تک تاخیر ہو گئی ہوتی پھر خود مسلمانوں میں جو اندرونی کشمکش اور خانہ جنگی حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے زمانوں میں ہوئی، شاید وہ بھی اسی وقت ظاہر ہو جاتی جہاں یہ سب مفروضات ہیں اور ان پر وقت ضائع کرنا بے کار ہے۔

لیکن اس انتخاب کی ایک بار پھر قرآن کی پیش گوئی پورن ہوئی کہ خوف کی جگہ امن لے لے لی، اور دین کو قوت حاصل ہوئی اور شرک کی جگہ ایمان بادشاہ کھیلے۔ حضرت عمرؓ فاروق کا زمانہ خلافت خاصا مبارک رہا۔ وہ گیارہ برس تک اس عہدے پر متمکن رہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی نصرت کی اور ان کے عہد میں اسلام کی شان و شوکت اور سطوت و جبروت میں بہت اضافہ ہوا۔

جب ان پر قائلانہ حملہ ہوا اور انہیں معلوم ہو گیا کہ اب میرا وقت آگیا ہے، تو انہوں نے چہر صحابہ و حضرت علیؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت بن العوام، حضرت عبد الرحمن بن عوف، حضرت سعد بن وقاص، حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضوان علیہم اجمعین کی ایک جمعہ (Committee) بنائی اور انہیں ہدایت کی کہ میرے بعد تم اپنے میں سے کسی شخص کو مسلمانوں کا امیر مقرر لینا۔ ان اصحاب نے عثمانؓ کا انتخاب کیا اور وہ امیر المؤمنین اور خلیفہ مسلمین مقرر ہو گئے۔

حضرت عمرؓ نے اساسی طور پر اسی اصول پر عمل کیا، جو حضرت ابو بکرؓ نے اس سے پہلے بنایا تھا۔ فرقہ صرف اتنا تھا کہ حضرت ابو بکرؓ نے فرد واحد کا انتخاب خود کر دیا تھا اور حضرت عمرؓ نے انتخاب چھ اشخاص میں محدود کر دیا۔

حضرت عثمانؓ کے عہد میں جب اندرونی کشمکش زوروں پر تھی، تو بعض لوگوں نے ان سے مطالبہ کیا کہ آپ خلافت سے دستبردار ہو جائیں ورنہ آپ کو معزول کر دیا جائے گا۔ حضرت عثمانؓ نے اس پر جواب دیا وہ بہت اہم ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ تم کون ہوتے ہو، مجھے معزول کرنے والے، مجھے خلیفہ بنایا ہے خدا نے اور تمہیں خلافت مجھے اسی نے پہنائی ہے۔ اب جب تک وہی اسے نہ اتاوے (یعنی میری موت نہ ہو جائے) میں اس عہدے سے دست بردار نہیں ہوں گا۔ تاریخ انکامل لابن کثیر جلد ۳ ص ۱۷، مطبعہ المکرمی قادیانہ ۱۹۰۹ء اس کے بعد حضرت علیؓ کا انتخاب کے سلسلے میں جو کچھ ہوا وہ نہ یہ تھا، نہ وہ۔ یعنی نہ نوان کا انتخاب صحابہ کی کسی جماعت نے کیا جیسا کہ خلیفہ اول کے معاملے میں ہوا تھا۔ نہ آخری خلیفہ نے انہیں بالواسطہ یا بلاواسطہ نامزد کیا۔ ان کا انتخاب دراصل ان باغیوں نے کیا جنہوں نے مورخین تاریخی شواہد کے اعتبار سے جو چاہے فیصلہ کریں، ہر نظر اپنی رائے اور واقعات سے استنباط کئے ہوئے نتائج کا ذمہ دار ہے۔ مگر امت مسلمہ کا یہ فیصلہ ہے کہ حضرت سیدنا علیؓ کو امام و خلیفہ راشد تھے۔ حضرت علیؓ کا انتخاب بے شک اضطراب کے عالم میں ہوا مگر اس عالم اضطراب میں جو صورتیں ممکن تھیں ان کے مقابلے سے علیؓ کو امام و خلیفہ راشد قرار پایا۔

علاوہ ازیں حرم اندلسی اس سلسلے میں اپنی شہرہ آفاق کتاب مصلیٰ دخل میں لکھتے ہیں :-

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی اور وہ امام تھے، تو ایسے امام کا قائم کرنا واجب ہوا جس کی لوگ پیروی کریں کہ لوگ بغیر امام کے نہ ہوں۔ جب حضرت علیؓ نے بیعت کی اور ان کے کسی ایک سلطان یا زیادہ نے بیعت کی تو وہ امام ہو گئے اور ان کی اطاعت فرض ہو گئی، خاص کر ان کی بیعت سے پہلے کسی اور کی بیعت نہیں ہوئی اور ان کی امامت میں کسی نے جھگڑا کیا، یہ نہایت واضح ہے اور ان کی امامت کے وجوب اور ان کی بیعت کی صحت اور ان کے حکم کے مسلمانوں پر لازم ہونے کے لئے لازم ہے، وہ امام برحق ہوئے اور حضرت علیؓ سے ان کی وفات تک کسی کوئی ایسی چیز ظاہر نہیں ہوئی جو ان کی بیعت ٹوڑنے کو واجب کرتی، ان سے ہمیشہ سنی و تقویٰ و عدل و خوبی ہی ظاہر ہوئی! (ترجمہ)

نے حضرت عثمان کے خلاف شورش برپا کی تھی۔ اس مسئلے پر بحث ہمارے موضوع سے خارج ہے، ورنہ یہ ثابت کیا جاسکتا ہے کہ حضرت علی کو علمی مشکلات پیش آئیں اور امیر معاویہ سے ان کے جو اختلافات رونما ہوئے بہرحال ان کا سبب یہی طریقہ انتخاب تھا۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیے۔ طبری، جلد اول کا متعلقہ حصہ۔

اسنا تک جو کچھ لکھا گیا ہے، اس سے خلافت سے مستحق مندرجہ ذیل اصول مرتب ہوتے ہیں۔

(۱) سورہ نوز کی مندرجہ بالا آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ لو غلیظہ کا انتخاب دنیا کے لوگ ہی کرتے ہیں، لیکن یہ نقر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے۔ یہی جواب حضرت عثمان نے اپنے مخالفین اور مضر ضنین کو دیا تھا۔

(۲) اسلام اس بات کا ردوار نہیں کہ کوئی شخص خلافت یا امارت کے لئے خود امیدوار ہو اور یہ خواہش ظاہر کرے کہ اسے اس عہدے کے انتخاب کیا جائے۔ بلکہ حدیث سے اس کی صریح ممانعت مستنبط ہوتی ہے۔ فرمایا: لا تستعل علی علنا من اراحتہ (متفق علیہ)

جب کوئی شخص بطور امیدوار کھڑا نہیں ہوگا تو موجودہ جمہوری کی انتخابی ہم اردوٹ بازی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ (۳) اگر دار الخلافہ میں موجود قوم کے اکابر جن کے تقویٰ، تدبیر اور علم و فضل سے متعلق کسی قسم کا شبہ نہ ہو، کسی شخص کو متفقہ طور پر اپنا امیر مقرر کر لیا، تو باقی قوم کو ان کے تین میں اس کی بیعت کرنا پڑے گی۔

اسی سے یہ معنی صول قیاس کیا جاسکتا ہے کہ اگر تمام ایسے اصحاب دار الخلافہ میں موجود نہ ہوں اور بعض ایسے اشخاص بیرونی مقامات پر ہوں جن کی رائے اور شورہ لینا بھی ضروری ہو تو انتخاب ملتوی کیا جاسکتا ہے، تاکہ ان سے بذریعہ خط و کتابت ہنصواب کیا جاسکے۔ یادہ خود دار الخلافہ میں پہنچنے کے دوسروں کے ساتھ مشورے میں شریک ہوں۔ لیکن اگر التوا سے انتظام میں خلل پڑنے کا خطرہ لاحق ہوتا ہو یا حالات ایسے ہوں کہ تاخیر قوم و ملت کے مفاد کے خلاف ہو تو پھر اللہ تعالیٰ پر توکل کر کے موجود اصحاب ہی کو فیصلہ کروینا چاہیے۔

(۴) گو انتخاب دار الخلافہ کے اصحاب ائندار کریں گے، لیکن جب تک پوری قوم ان کے فیصلے پر صا د نہیں کرے گی، وہ فیصلہ پوری قوم کا مقصور نہیں ہوگا۔ حضرت علی رض کے معاملے میں اشکال اسی وجہ سے پیدا ہوا کہ پوری قوم نے ان کی بیعت نہیں کی تھی۔

(۵) قوم کا انتخاب کردہ امیر اعیان ملت سے مشورہ کے بعد اپنا جانشین بھی خود مقرر کر سکتا ہے (جیسا کہ حضرت عمر رض کے معاملے میں ہوا ہے)

(۶) امیر ایک شخص کو نامزد کرنے کی بجائے ایک جہت کی تشکیل کر سکتا ہے کہ وہ کسی فرد کا انتخاب کر لیں۔ اسی سے ایک ضمنی بحث یہ سامنے آتی ہے کہ جب قوم کے متفقہ خلیفہ اور امیر نے یہ جہت بنائی تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ ان کے نزدیک اس جہت کا ہر ایک رکن بجائے خود امیر بننے کی صلاحیت اور اہلیت رکھتا ہے۔ تو کیا اس جہت کے اراکین کسی ایک شخص کا انتخاب کرنے کی جگہ یہ فیصلہ کر سکتے ہیں کہ ہم سب مل کر حکومت کا کاروبار چلائیں گے؟ یعنی وہ حکومت کے مختلف شعبے آپس میں تقسیم کر لیں اور ہر طبقہ کے لئے اپنے طبقہ سے کسی فرد کو صدر مقرر کر لیں۔ مراد یہ ہے کہ کیا یہ جہت موجودہ زمانے کی مرکزی حکومت کے کابینہ کی طرز کام کر سکتی ہے؟ ایک اور بات بھی قابل غور ہے، جب متفقہ جہت سے سادہ میں انصار نے کہا تھا: فنا امیر و منکد امیر، تو حضرت ابو بکر نے یہ نہیں کہا کہ وہ میر نہیں ہو سکتے۔ بلکہ فرمایا کہ حضرت رسول کریم نے فرمایا ہے: اللولاء من القریش، وانی قریش سے ہوں گے۔ دوسرے لفظوں میں انھوں نے بھی اپنی خاموشی سے یہ صول تسلیم کر لیا کہ اگر حدیث موجود نہ ہوتی اور قریش کی مخالفت کا اندازہ نہ ہوتا تو وہ امیر بھی قابل قبول تھے۔ اگر یوں ہوتا تو دونوں امیر آپس میں کام تقسیم ہی کرتے۔

(۷) اگر کوئی شخص اس طرح کے انتخاب کردہ خلیفہ کی بیعت نہیں کرتا تو وہ فاسق یعنی حکم خداوندی سے سر تابی کرنے والا ہے۔

(سوال یہ ہے یہ شخص یا مٹی یا قتل یا جلا وطنی ہے)

(۸) جو کوئی خلیفہ اللہ تعالیٰ مقرر کرتا ہے۔ اس لئے وہ معزول نہیں کیا جاسکتا۔ اس کا انتخاب زندگی بھر کے لئے ہوتا ہے۔ حضرت

عثمانؓ کے رویے سے اس کی تائید ہوتی ہے)

(۳)

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دعائے ابراہیمی رزقاً وابتعت فی شہور رزقاً..... " (البقرہ ۱۲۰، ۱۲۱) کا ترجمہ ہے۔ اسی لئے جہاں ان کی بعثت کا ذکر ہے وہاں ہی الفاظ دہرائے گئے ہیں۔

هَذَا الَّذِي بَعَثْنَا فِي الْأَنْبِيَاءِ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِنَا وَلِيُبَيِّنَ لَهُمْ مَوَاقِفَهُمْ  
الَّتِي بَعَثْنَا فِي الْأَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْلُ لَعَلَّيْ ضَلَّالٍ مُبِينٍ " (الجمعة ۳۰، ۳۱)

اسی سے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمے جو کام لگایا گیا تھا، وہ بھی واضح ہو جاتا ہے۔ چونکہ خلیفہ رسول کا جانشین اور قائم مقام ہوتا ہے، اس لئے اس آیت میں جو فرائض رسول کے بتائے گئے ہیں، اپنی وسعت کے باوجود وہی خلیفہ کو بھی ادا کرنا پڑیں گے۔ یا وہ ہے کہ رسول کا کام بنیادی طور پر سیاسی نہیں، بلکہ لوگوں کی اخلاقی اور روحانی اصلاح اور ترقی کا ہو کر رہتا ہے۔ ہاں اگر مشیت خداوندی کے تحت اسے سیاسی غلبہ بھی حاصل ہو جائے تو اس سے اس کے کام کی تکمیل کی رفتار تیز تر ہو جاتی ہے۔ لیکن اگر رسول کو سیاسی تسلط حاصل نہ ہو، جب بھی اس کے کام کی نوعیت میں کوئی فرق آئے گا۔ نہ اس کی اہمیت میں، چونکہ خلیفہ کا کام بھی انسانی طور پر سیاسی سے زیادہ لوگوں کو دینی تربیت ہے اس لئے انتخاب میں اس کی ان صلاحیتوں اور قابلیتوں کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔ تاکہ وہ ان فرائض سے کما حقہ عہدہ برآ ہو سکے۔

(۴)

حضرت رسول کریم علیہ صلوٰۃ والسلام کے لئے ارشاد خداوندی ہوا: **وَأَشْرَأَ اللَّهُ فِي الْأَمْبِ رَأً عَمْرًا** (۱۶۰، ۱۶۱) اسی طرح مومنوں کی شان میں آیا: **وَأَمْزَجْنَاهُمْ مَشْرَجًا** (الشوری ۳۲، ۳۳) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں مشورہ اور شوروی کی کتنی اہمیت ہے۔ اگر فرد ملہم کو دنیاوی مشورے کی ضرورت ہے تو خلیفہ بدرجہ اولیٰ اس کا محتاج ہے۔ پس خلیفہ یا امیر کے لئے مشورہ کرنا لازم ہے۔ لیکن نہ رسول کے لئے یہ ضروری اور لازم ہے کہ وہ مشورہ دینے والوں کی رائے کا یا بندہ ہونے کے لئے فرمایا: **شَأْرُهُمْ فِي الْأَمْرِ إِذًا عَزَّ وَجَلَّ عَلَى اللَّهِ** (۱۶۰، ۱۶۱) یعنی ان سے کام میں مشورہ ضرور کریں، لیکن اس کے بعد اگر آپ خود کسی آخری فیصلہ پر پہنچ جائیں تو اللہ تعالیٰ پر توکل کر کے اس کا نفاذ کر دیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ عزم بہر حال رسول اور خلیفہ کا ہو گا نہ کہ شوروی یا اس کی اکثریت کا۔ خود رسول کریم کی زندگی میں ایسے مواقع پیش آئے کہ انہوں نے اکثریت کا فیصلہ رد کر دیا۔ مثلاً جنگ احد کے موقع پر ابتدائی گفتگو کے بعد جب آپ نے مدینہ سے باہر نکل کر اڑنے کا عزم مصمم کر لیا تو پھر اس کے باوجود اکثریت اپنے پہلے مشورے کے خلاف شہر بند ہو کر لڑنا چاہتی تھی، آپ نے اپنا عزم قائم رکھا اور شہر سے باہر جانے کا حکم دے دیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے بھی خلیفہ بننے کے بعد تقریباً نام صحابہ کی رائے کے خلاف حضرت اسامہؓ بن زیدؓ کا لشکر بھی روانہ کر دیا اور اہل مدینہ کے خلاف لڑائی بھی شروع کر دی۔ حضرت عمرؓ نے بھی فتح عراق کے بعد زمینوں کی تقسیم کے سلسلے میں اکثریت کی رائے کے خلاف فیصلہ کیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ اسلام اگرچہ شوروی کے اصولی قائل ہے، تاکہ اس سے لوگوں کو اپنی رائے کے اظہار کا موقع مل سکے اور انہیں اہم امور میں غور و فکر کی عادت پڑے، لیکن وہ خلیفہ کو شوروی کی رائے قبول کرنے یا اس پر عمل کرنے کے لئے پابند نہیں کرتا۔ اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ خلیفہ بہر حال خدا کا مقرر کردہ ہے، بلکہ اسے اس حد تک ہم مامور بھی کہہ سکتے ہیں، اور اس لئے خلیفہ کی رہنمائی بھی اللہ تعالیٰ ہی کرتا ہے۔ پس خواہ شوروی کی اکثریت یا وہ سب کے سب ایک بات پر متفق ہی کیوں نہ ہو جائیں، ان کا علم خلیفہ کے علم سے کم ہی ہو گا۔ کیونکہ اللہ کے خدا کی طرف سے ہدایت ملتی ہے، **هَلْ يَتَذَكَّرُ الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ** (الزمر ۳۹، ۱۰) کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے دونوں ایک برابر ہیں جواب یقیناً نفی میں ہے۔ تو کیا وہ جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا علم ہے اور وہ جس کے ساتھ ایسی کوئی تائید نہیں، برابر ہو سکتے ہیں؟

قصد کو تاہ، اسلامی طرز حکومت موجودہ دور کے طرز جمہوری سے بالکل مختلف ہے۔ اس میں نہ کوئی شخص اپنے آپ کو خلافت کے منصب کے لئے امیدوار کے طور پر پیش کر سکتا ہے۔ نہ اس کا انتخاب طے شدہ شہادت سے ہوتا ہے، نہ منتخب شدہ خلیفہ شہادت کی اکثریت کی رائے سے ہی کا پابند ہے۔ لیکن اس سے یہ خیال نہ کر لیا جائے کہ وہ من مانی کارروائی کرنے کا مجاز ہے اور اس کے اعمال پر کسی طرح کی روک ٹوک نہیں، بلکہ اس کی یہ آزادی محدود ہے۔ وہ مامور ہے ایک خاص کام کے لئے یعنی تلاوت آیات، تزکیہ نفوس، تعلیم کتاب و حکمت کے لئے اور یہ سب کچھ ہوگا اس شریعت کی روشنی میں جو مقرر ہے اور جسے نہ وہ خود تبدیل کر سکتا ہے۔ نہ اس کا شوری۔ وہ شریعت کی حدود میں رہتا ہوا اپنے قول و فعل میں بالکل آزاد ہے۔ اس کا انتخاب مگر بھیر کے لئے ہوتا ہے۔ اس کی زندگی میں اسے معزول نہیں کیا جاسکتا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ سے اپنی طرف اٹھالے۔

آخر میں ایک سوال پوچھنا چاہتا ہوں سورہ فوری آیت استخفاف میں جسے میں نے اس مضمون کے آغاز میں لکھا ہے، خلاہذا لعلی لعلی

الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِشِرْكَائِهِمْ تَتَابَعُوا أُمَّةً مِّنْ أُمَّةٍ لَّعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ

۱۲۲:۳ تو آج اگر مسلمانوں میں نہ خلافت ہے، نہ اس کی برکات، تو اس کا کیا سبب ہے؟

۱۔ اہل مسلمانوں کے حالات پہلے سے نہیں رہے۔ خلفائے راشدین اور صحابہ کرام کی جیسی نفسی، فراست ایاتی اور پاکیزگی نہیں پائی جاتی۔ لہذا مسلمانوں کے کامیاب انتخاب اور ترقی و تہذیب کے سبب اس میں جو فقیہ اشیاء و نظائر پائے جاتے ہیں ان میں "اجتہاد" کرنا ہوگا۔ (ایڈیٹر)

(مسٹر ناقد نام (ایر۔ لے) ہندو کیونٹی کے ایک فرد ہیں۔ اسلامی تاریخ کے مطالعہ سے جو نتائج انہوں نے اخذ فرمائے ہیں اور مسئلہ خلافت پر موصوف نے جس مانند میں انہیں رائے کی ہے، اس کے وہ خود ذمہ دار ہیں۔)

اسلام میں "خلفہ" کو کوئی شک نہیں ہر شے وسیع اختصار سے حاصل ہیں اور اس کا مرتبہ بہت بلند ہے مگر تاریخ یہ بھی تو بتاتی ہے کہ مدینہ کی پورھی عورتوں نے حضرت عمرؓ جیسے باسطوت خلیفہ کو تو کلبے اور بدوہوں نے ان کا دامن پکڑ کر اپنا حق طلب کیا ہے۔ اور اس کی مثالیں بھی ملتی ہیں کہ خلیفہ کو جب کوئی حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم مل گئی ہے تو اس نے اپنے فیصلے سے رجوع کر لیا ہے اور اپنے مشیروں کی مشورت کو بھی نگاہ استحسان سے دیکھا ہے۔ حق یہ ہے کہ مسلمانوں کا خلیفہ نہ آمر و سلطان ہو سکتا ہے اور نہ مغربی جمہوریت کا صدر، بلکہ اس کے مقام کو ان کے بین بین سمجھنا چاہئے!

کوئی شک نہیں کہ خلافت راشدہ میں چاروں خلفاء کی ترتیب درست تھی، اور مشیت الہی کے مطابق تھی مگر ان میں سے کسی پر وحی آتی تھی اور نہ یہ نفوس قدسیہ ہر کام "الہام" سے انجام دیتے تھے اس اعتبار سے وہ مامور تھے مگر "نبی" کی طرح مامور من اللہ نہیں تھے! ان کی "ماموریت" کا بہت کچھ تعلق امت کے انتخاب، پسندیدگی اور اجازت سے تھا۔ اور اسی مقام سے نبوت اور خلافت و امارت کے درمیان خط فاصل کھینچ جاتا ہے کہ نبی کو اللہ تعالیٰ مقرر فرماتا ہے اور "خلیفہ" کو امت منتخب کرتی ہے۔ مگر امت کے انتخاب کو اللہ کی پسندیدگی سے منسلک ہو جاتی ہے۔ (ایڈیٹر)

حضرت امام غزالیؒ کا نام آپ یاد رہتا ہے ان پر یہ حقیقت اور

امام غزالیؒ کا فلسفہ مذہب و اخلاق

سیر حاصل تا لیب بھی دیکھ ڈالئے۔ قیمت مجلد دس روپے

مکتبہ تجلی دیوبند (دیوبند)

# دَامِنٌ كَلْبِي

(عبدالحمید حیرت)

جن کی تارکیوں سے سازش ہے  
جل رہے ہیں چسراغ ایسے بھی (شفا گو بیاری)

وہ گماں دل پہ گزرتے ہیں رجا الفتیں  
لاکھڑاتے ہوئے ارباب یقین کو دیکھا (روش صدیقی)

خزناں کے دور کو کس منہ سے کہہ رہے ہو بہار  
وہ بات منہ سے نکالو جو ہونٹھ کالے کی (ظفر سعادت)

کھٹکھٹا جاتا ہے زنجیر دیوہ خانہ  
کوئی دیوانہ، کوئی آبلہ یا آخر شب (محمد علی الدین)

یہ سب ٹوٹے ہوئے ساغر ہیں ساقی  
یہ حب تک چل رہے ہیں، چل رہے ہیں (نشور واحدی)

لوگ گرنے والوں کو دیکھ کر سنبھلتے ہیں  
اک چراغ بجھتا ہے، سو چراغ جلے ہیں (رحنا، اکبر آبادی)

کیس کے آستان پر ذوقیہ بچھکولے آیا  
کہ آج اپنی جبین، اپنی جبین علوم ہوتی ہی (حسرا چراغ حسن کھٹک)

حیرت کرنے والے کم نہ ہوں گے  
ترسی محض میں لیکن ہم نہ ہوں گے (حقیظہ ہوشیار پوری)

نگاہ اہلی گلشن کہہ رہی ہے  
خزاں جاتے، بہا آئے ترانے (دعبر، سنگدہلی)

پر فغان ہے خود اپنی جگہ شملہ ہر کتاب  
اور شرح کا یہ حال، جلا یا تو جلی ہے (شاہرا نقادری)

کل یہی خواب حقیقت میں بدل جائینگے  
آج جو خواب نعت خواب نظر آتے ہیں (اختر، جان نثار)

تا بندہ ہو گئی ہے گذر گاہ زندگی  
آزاد حیرت منزل جانان نظر میں ہو (آزاد گل ناٹھ)

ابھی تو دل میں بلی سی گلشن محسوس ہوتی ہو  
بہت ممکن ہے کل اس کا محبت نام ہو جائے (شعری، بیوپانی)

اسکو کیا کہے کہ احساس زیاں کے باوجود  
راتے میں روبروان درابیر سب سو گئے (شاعر جاوید علی)

رہرہ شوق کو گمراہ بھی کر دیتا ہے  
بعض اوقات کسی راہ کا آساں ہوتا (شاد و زلیخا کمار)

ہم تھے زنداں میں تو آنا تھا بہت یاد چین  
آنے گلشن میں تو زنداں کو بہت یاد کیا (بیر فاروق)

شاید کوئی سوز کی کرن شام کو پھوٹے  
ہم شمع جلائے ہوئے بیٹھے ہیں سحر سے (امام مظہر امام)

دنیا سننے تو قصہ غم ہے بہت طویل  
ہاں تم سنو تو قصہ غم قصہ بھی ہے (جسدنی)

آپ کے پاؤں کے نیچے دل ہے  
اک ذرا آپ کو زحمت، ہوگی (سراج کھنوی)

# تہذیب و تمدن اسلامی

اسلام اور ضبط و ولادت بارہ آنے	حقیقت ایمان ساٹھ چھ آنے
معراج کی رات ایک آنے	حقیقت صوم و صلوٰۃ آٹھ آنے
حقیقت نفاق ڈیڑھ روپیہ	حقیقت زکوٰۃ سات آنے
لباس کا مسئلہ تین آنے	حقیقت حج ساٹھ چھ آنے
انسان کا معاشی مسئلہ اور اس کا حل چھ آنے	حقیقت اسلام ساٹھ چھ آنے
دعوت اسلام ایک روپیہ	اسلامی جہاد پر ایک تحقیقی نظر ایک روپیہ
جماعت اسلامی کی دعوت چار آنے	دین حق چھ آنے
دینیات ڈیڑھ روپیہ	اسلام اور جاہلیت چھ آنے
اسلام کا نظام حیات آٹھ آنے	اسلام کا اخلاقی نقطہ نظر پانچ آنے
قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں چھ	قرآن کی بنیادی اصول تین آنے
مجاہد کا مقصد اور طریق کار نو آنے	حقوق الزوہدین ڈیڑھ روپیہ
سلاطی کارنامہ پانچ آنے	میسلاذ الہی دو آنے
	زندگی بعد موت دو آنے

تہذیب و تمدن اسلامی	جلد ساٹھ چار روپے
تفہیمات	ساٹھ تین روپے
نشان راہ	چھ آنے
قرآن اور پیغمبر	پانچ آنے
جبر و قدر	دو آنے
اسلامی تہذیب اور اس کے اصول و مبادی	ساٹھ تین روپے
اسلامی حکومت کی طرح قائم ہونی کی مسئلہ قومیت	چھ آنے
زندگی سزا اسلامی قانون میں	ڈیڑھ روپیہ
	بارہ آنے

## فارسی کا ایک مفید ترین نصاب

اصول فارسی حصہ اول ۱۲ - حصہ دوم ۸ - معین فارسی بحر دروس فارسی ۸ - چاروں کی یکجائی رعایتی قیمت ۲۰ روپے

یہ کتابیں ایک دل نشیں ماہرانہ تدوین و ترتیب کے ساتھ فارسی سیکھنے اور کرکے ہیں۔

گلدستہ نعت بڑے بڑے شاعروں کا منتخب نعتیہ کلام۔ چند مقالات بھی بطور وغیرہ شامل ہیں۔ صفحات ڈھائی سو سے زیادہ۔ قیمت صرف ڈیڑھ روپیہ۔

بلاغ المبین (اردو) زیارت قبور کے موضوع پر شاہ ولی اللہ کی زبردست تصنیف۔ قبروں سے متعلق تمام ہی امور پر حقائق و گفتگو۔ قیمت جلد چار روپے

نمونہ ←

## قرآن خاصا جلی

لَا أَنْتُمْ أَشَدُّ رَهْبَةً فِي صُدُورِهِمْ مِنَ اللَّهِ ذَلِكَ

موٹے حروف۔ نمایاں اعراب۔ بین السطور رکھلا ہوا۔ کاغذ سفید۔ کتابت طباعت پسندیدہ۔ ہدیہ جلد سات روپے

تاریخ صحف سماوی مؤلفہ ۱۔ (پروفیسر) مفید نقاب علی۔ تورات، اناجیل اور قرآن مجید کی جمع و ترتیب اور حفاظت کا تاریخی موازنہ۔ تحریف لفظی و معنوی کی بحث اور طوائف کے پورے قرآن مجید پر اعتراضات اور ان کے مدلل اور مسکت جوابات اور تاریخ۔ پانچ روپے۔ مکتبہ تجلی دیوبند (یو۔ پی)

تبصرے کیلئے ہرگز کے دو نسخے کے ضروری ہیں



مستقل عنوان

شمس نوید عثمانی

کئی ذور غلط راہی پر ضرورت سے زیادہ اظہارِ خیال کیا جا چکا ہے۔ اس لئے اس استدلال کا علمی اور قانونی جواب دیکھنے کے لئے مجلی کی ڈاک کے گزشتہ خالوں کا مطالعہ کافی ہوگا۔ یہاں اس کے اعادے کی ضرورت ہے نہ گنجائش۔ لیکن اتنا ضرور کہنا چاہیں گے کہ آج کے مزارات، خالقانوں اور قبوری وادیلوں میں مزاجِ توحید کو بصرِ حسیج کیا جا رہا ہے، ایک فدا کو مرکزِ امید و طلب بنانے والے مسلمان کو سیکڑوں و اربابِ من و دن اللہ کی آستانِ بوسمی کا عادی بنایا جا رہا ہے۔ خالقانیت کے جاہل اور مفاوہ پرست اچارہ دار جن کی بدترین جہالت کا اعتراف خود مصنف کو بھی ہے، کس طرح توحید رسالت کے صاف ستھرے تصورات کو قبوری عنیم کلمہ میں ”شن ظلیل“ کے بدلے اور سستے دامنِ فروخت کر رہے ہیں سکا مشاہدہ کرنے لئے علم و عقل کی ضرورت نہیں بلکہ معرفتِ خانی آٹھ ہی کافی ہے۔ بدعت کی تباہ کاریوں کو دیکھنے والی آنکھ کھن نہیں کر توحید رسالت کے عقائد کے نقصانات پر خون کے آئینوں ضرورے اور توحید رسالت کے ستھرے عقیدے کا در دیکھنے والا لفظِ باعت سے مفاہمت پیدا کرانے اور کر کے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ آپ بدعتِ حسد، پیرا اعداد کے فضائل اعمال کا تحفظ اور پیرا چاہتے ہیں دریاں حالانکہ بدعت کی ذیوائی اور بدعت نوازوں نے اسلام کی اصل بنیادوں کو ہلا ڈالا اور بنیادی عقائد کی عمارت ہی تباہی ہے۔ یہ فضائل اعمال کے تحفظ کا وقت ہے یا اصل عقائد اور بنیادی اعمال کو موت اور زندگی کے خطرات سے محفوظ رکھنے کا؟

بدعت — مجرد لفظ بدعت اور بدعتی میلانات کی یہ ہلاکت عزیزیاں اور تباہ کاریاں اگر مصنف کے دیدہ و دل کے سامنے ہیں تو شاید اس نازک بحرانی وقت میں بدعتِ حسد پر پوری توجہ دینی ہو سکتے اور ان کی اس حدائے غلوں کا نام ”بدعتِ حسد“

بدعتِ حسد | مرتبہ مولانا صفحہ شام صاحب۔ ناول ساگر۔

۱۰ صفحے۔ قیمت درج نہیں۔ ناشر دارہ انور حیدر آباد مدھرا۔

صفحہ شام صاحب ایک فاضل و فاضلہ فاضل ہیں۔ لیکن ایسا اندازہ ہوتا ہے کہ خالقانیت ان کی فطرتِ صالحہ اور تخلیقی صلاحیتوں کو اس سنگ سے چھین کر سکا کہ وہ اعلیٰ علیہ کی پسندگی کے نشانہ بن گئے۔ ان کے دل میں علیہ کی پسندگی کے بجائے فخرِ شکنجی اور اتحادِ انگریزی کا جذبہ نظر آتا ہے جس نے ان کے ظلم کو غلوں کی زنجیر ویدی سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں بدعت اور غیر بدعت کی تمنا ہی اور رسہ کشی کو کبیرہ فاطمہ اور آرزو ہوں، اس لئے دونوں گروہوں کے درمیان علیہ کی فطرت میں دو انتہا پسندیوں کا تجزیہ کر کے ایک نقطہ اعتدال اور مرکز مفاہمت پیدا کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن اس خواہش کی رو میں وہ بدعت کی گرفت سے نکلنے نکلنے بھی اسی کی گرفت میں نظر آتے ہیں۔ شاید اس لئے کہ بدعت نے اسلام اور توحید کی گردش خوں میں خانی فاطمہ زہرا کا کام کیسا ہی ہوتا کیاں مصنف کے قلبِ دماغ پر کوئی خاص اثر نہیں کر سکیں۔ وہ جس چیز سے صاف طور پر متاثر نظر آتے ہیں وہ ہے کہ بدعت دشمن گروہ نے بدعت دشمنی میں تشدد اختیار کر کے دین کے جذباتی رخ کو عدم مہم ٹھپا ہے اور فضائل اعمال کی فہرست کو سختی سے محدود کر دیا ہے۔ گویا ان کو بدعت سیر کے پھیلنے کا اتنا دک نہیں جتنا نام نہاد ”بدعتِ حسد“ کے مشتبہ اور رد ہو جانے کا روحانی تلف ہے بدعتِ حسد کی اصطلاح شریعت کی کلیکالی اصطلاح ہے یا نہیں نیز لفظ ”بدعت“ میں موجودہ دور کی پرفتن آہ ہر اس جو ہری صلاحیت کو ہلاک کر گئی ہے کہ اس کے ساتھ ”حسد“ کا انتساب کیا بھی جا سکتا ہے یا نہیں؟ اس باب میں مجلی کی ڈاک کے خالق کے فائل سیاہ کے باپ کے ہیں اور استدلال کی بنیادی

کے بجائے اصل اور بنیادی اسلام ہوتا!

مصنف فرماتے ہیں کہ وہ دو گروہوں کی ذہنی غلیبہ پانٹنے کے فکر مند ہیں اور بدعت دوستی اور بدعت دشمنی کے درمیان علمی اور عقلی نقطہ اعتدال قائم کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن فی الواقع کیا مصنف کا تحت الشعور بھی چاہتا ہے یا نہیں اس کا اندازہ ممکن ہے یہ پہلو کو اسکے بدعات حسنہ کے پرچار میں کتاب کے ۸۰ صفحات میں سے تقریباً ۷۰ صفحات وقف کئے گئے ہیں اور ڈیڑھ صفحے پر چند بدعات سید کی مخالفت تحریر کر دی گئی بدعات حسنہ کے پھیلا نے اور منوانے کے لئے جگہ کی یہ وسعت اور استدلال کی ساری قوت خرچ کر دی گئی جبکہ بدعات سید سے نظرت اور ان کی نظر ناک کے احساس کا یہ عالم ہے کہ بری بدعتوں کو بغیر کسی دلیل و تقسیم کے ڈیڑھ صفحہ کی ذمیت میں بند کر کے چھوڑ دیا گیا۔ سوچئے یہ تقسیم اور یہ غیر متوازن انداز کس چیز کا آئینہ دار ہے؟

پھر بدعات حسنہ کے نام سے مصنف نے کون کون سے "فتنوں" کی وکالت نہیں کی؟۔ میلاد شریف کے قیام کو اس اعلان کے ساتھ کہ... جب کوئی مشتاق لاشعق قلبی سے ہمت لگانا ہے اور آپ کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے تو آپ اس کی طرف آتے ہیں (مضمون ۱۱) سوچئے! شرمی کرشن کے نردول اور رام کے تنزلات کا عقیدہ رکھنے والا "ہندو اڈار داوا" اس کے بعد اسلامی عقیدہ رسالت سے کتنی دور رہ جاتا ہے! ان اللہ وانا لیراجعون! آگے چلئے۔ آپ نے مزارات پر عرس اور میلوں کو جائز اور مفید قرار دیا تو شاید بھولے سے یہ خیال نہ آیا کہ عرسوں اور میلوں کی یہ فقہانہ اجازت خود عرس اور میلوں کو جنسی لگاؤوں، عورتوں اور مردوں کے شہزادک اختلاط ازہنی عیاشی اور تفریحی ہاؤس کے ان فتنوں اور منگاموں تک لے گئی ہے اور نئے جا رہی ہے جس کو دیکھ کر مصنف کا علمی و عقلی موقف متزلزل ہو یا نہ ہو گران کے سینے میں اگر دل حساس ہے تو آنکھ ریزے بغیر نہ رہے گی اور یہ منظر دل بلائے بغیر نہ رہے گا۔ افسوس مصنف نے اس "اجازت" کا پروانہ راہداری دیتے ہوئے ان عواقب اور سنگین شاخسانوں کا تصور تک نہیں کیا۔ آگے بڑھتے ہیں تو حیرت سے شکوہ و شکایت کی زبان ہی گنگ ہو جاتی ہے! جس چیز سے

صرف نظر اور جس کے فراموش ہونے پر ہم گریہ و زاری کر سکتے تھے وہ چیز مصنف کے ذہن میں موجود تھی اور قلم سے نکل کر کاغذ پر آئی۔ مزارات پر عورتوں کی آمد اور اس میں ان کی شرکت کا مسئلہ مصنف کے سامنے تھا۔ لیکن کس طرح اور کس شکل میں! اس کی خطرناکی، فتنہ سامانیوں، اخلاق سوزیوں اور تباہ کاریوں کی کردہ نفسیات کے ساتھ نہیں بلکہ جولا زور پزیرائی و قبولیت کے انداز سے!۔ کمال ہے بے شمار مشاہدات کی بنیاد پر اور جنسی اختلاط کے بدترین فتنوں کے پیش نظر عرسوں میں عورتوں کی شرکت کے جس فتنہ کی تدبیر تک سر نہیں "چشم سہ" سے ہی پہنچا جاسکتا ہے اس کو بھی مصنف موصوف نے "چائز" قرار دیکر داد تحقیق طلب کی ہے!۔ جس چیز کے خلاف کھلی ہوئی روایات کا قوی مواد موجود ہے اور جس کی حماقت واضح ترین الفاظ میں وارد ہے اسی کی حماقت و جواز کے لئے مشکوک اور کمزور روایات کو قبول کر کے کتاب نگار نے ایک ایسا انداز اختیار کیا ہے جس کے لئے

اختلاج کا پارا ہے اور نہ فریاد ہی کافی ہے!۔ اسی پر بس نیرنا خانقاہی نظام کا دفاع کیا گیا تو تصور شیخ کی ان نازک گھاٹیوں تک نے گئے جو بال سے باریک اڈولوار سے زیادہ نیر ہے! بتائے سید سادے کم عقل وہ علم عوام عقیدہ صحیح اور فطرت صالحہ کی خود کشی کے لئے اور کیا چاہئے!۔ اگر اب بھی کچھ کمی رہ گئی ہو تو آگے چلئے میں یا محمدؐ۔ "یا غوث" کے لغزوں کے ساتھ معبود کے بجائے عہد کے سامنے دامن استسناحت پھیلائے کی حرکت کو سند جواز نہیں نہیں بلکہ سند قبولیت بخشگر کام ہی تمام کر دیا گیا ہے؟ بات یہ نہیں کہ مصنف کو عوام کی علمی بے ناہنگی اور عقلی کم سواری کا احساس نہیں۔ احساس کیا وہ تو اس ضرورت حال پر خود کو بہت دہلی ظاہر کرتے ہیں چنانچہ اس کتاب کے پیش نظر سو سو نردول ثقیل میں فرماتے ہیں کہ:-

"۱۔ مسلمانوں میں بنیادی طور پر دینی تعلیم کا فقدان ہر دین کا ہے۔ ایک عالم مسلمان کے لئے جو ضروری اور نظاہری مسابقت کی ضرورت ہوا کرتی ہے تو وہ اس سے قطعاً ناشناس ہے۔

۲۔... افسوس کہ اس دور کے اکثر پیر و مشائخ بھی علوم دین سے نااہل ہیں" (اختیارات پیش لفظ سے)

بوجھش خوب جانتا اور مانتا ہے کہ اس کے اکثر کا طلب غیرتے  
 دین اور اس کے مسائل کی تلف ب. ت سے کو رہے ہیں اور  
 جس ماحول کے روحانی مرکزوں پر نہ ہوتی تاریکی اور علی ویرانی کا علاج  
 ہے اور جس کے پیروں و مرشد کی رنگوں میں چہالت کا خون دوڑ رہا  
 ہے اور جس کے مشائخ خلفتوں میں ٹانگ ٹوٹیاں مار رہے ہیں ان  
 اور ایسی فضا میں، احساس کرنے والا شخص عوام کے اصل واسکا  
 عقیدہ دین کی اصلاح اور بنیادی مسائل صوم و عملاۃ کی تعلیم کی تکلیف  
 گوارا نہیں کرتا بلکہ تصوف و خالقاہیت کے غامض اور "غمگین" قسم  
 کے مسائل کی سطح پر ان کو بدعت حسد اور بدعت سب سے کا وہ  
 تازک و لطیف فرق سمجھانے کے لئے ہم جن کو نشانہ ہے جہاں برا  
 سا پاؤں پھیلنے کا واحد مطلب کفر و شریک کی بھول بھلیاں ہیں  
 جا چھینتا ہے۔ خدا گواہ ہے کہ میں مصنف کے "دعوئے غلوں"  
 کا انکار نہیں۔ لیکن ہمیں دکھ ہے کہ ان کے غلوں کو محسوس کرنے ہی  
 ان کی خطا سے فکر کا المیہ کچھ اور دردناک ہو جاتا ہے۔

ایک نئی بات جو کتاب کے صفحات میں رہ رہ کر چونکاتی ہے  
 ہے کہ جن علماء دیوبند سے اہل بدعت کو پیدائشی کد اور  
 بیر ہے۔ مثلاً حضرت مولانا قاسم صاحب دہلوانا اشرف علی  
 صاحب جن کے کفر کے اعلان سے ان حضرات کا ایمان تڑخ  
 ہوتا ہے اور جن کی تکفیر سنہ کے تیسرے نمبر کے کلمہ "ایمان کا یقین  
 نہیں دلا سکتا! حیرت کی جا ہے کہ ان ہی حضرات کا ذکر مصنف نے  
 خاص ادب و احترام کے ساتھ کیا ہے اور بار بار کیا ہے۔ بلکہ  
 شتم بالائے گزیم" یہ بدعات حسد کے استدلال میں زور و ثبوت  
 پیدا کرنے کے لئے مولانا نوٹوی اور مولانا غانوی کے اقوال و  
 افکار بھی حوصلے میں دئے گئے ہیں۔ یہ حوالے کہاں اور کیوں لگائے  
 مطلب کے ثابت ہوئے؟ اور کس طرح اصل سیاق و سباق سے  
 نکال کر غیر منسجمی میں ان کا قلم لگا یا گیا اس کا اندازہ کچھ مشکل نہیں۔  
 کتاب کا سیاق و سباق اور تعنیف و مصنف کے مجموعی فکر کا پس  
 منظر ہی وہ چیز ہے جو فقروں اور عہدہ داروں کا ہمہ جہت منظر  
 کرتا ہے۔ اس سیاق و سباق اور پس منظر سے ہٹا کر ہر فقرہ اور  
 عبارت کی "فائدہ دہی" سے ناجائز فائدہ اٹھایا جا سکتا اور  
 اس کی معنویت کو تہ و بالا کیا جا سکتا ہے۔ یہی وہ جگہ ہے

جہاں الفاظ "ایکس پلانٹ" ہوتے ہیں اور شاید وہ جگہ ہے جہاں تڑخ  
 نے خطرہ کا یہ سنگدل قائم کیلئے "تجربہ فون" لکھا ہے "تجربہ فون"  
 خدا مصنف بدعت حسد کی سلامت روی اور غلوں کی کشی  
 میں توازن کا لورا اور حقیقت پسندی کا سوز پیدا فرمائے اور ہماری  
 اس مدتوں کی قوی بد نصیبی کو دور فرمائے کہ اگر یہاں کوئی مصلح اور  
 غیر اندیش پیدا بھی ہوتا ہے تو اس کے لئے ایک اور مصلح اور  
 معالج کی ضرورت ہوتی ہے!

**امام اعظم**

مرتبہ ندیم کولوی — ۸۸ صفحات — کاغذ  
 بغینت۔ کتابت و طباعت "انسوسٹاک" قین کھوٹ  
 ناشور۔ محمد ادریس بھوجیانی — گوشہ ادب۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ۔  
 پاکستان۔

اولین دو دعوائی صفحات پر بعض موقر رسائل و جرائد کے  
 وہ اقتباسات ملتے ہیں جن میں مصنف کا تعارف کرایا گیا ہے۔ ان  
 تعارفی سطروں سے اندازہ ہوتا ہے کہ ندیم صاحب ان خوش نصیب  
 نوجوانوں میں سے ہیں جو اپنی ذہنی اور علمی صلاحیتوں کو اسلام  
 کی خدمت میں صرف کرنے کا پاکیزہ "جنوں" رکھتے ہیں کتاب  
 کا مطالعہ بھی اسی کا یقین دلاتا ہے۔ خدا ان کے غلوں و فراموشی  
 میں توروں پیدا کرے اور ان کے "جنوں" کو عام کرے۔

مصنف نے کسی جگہ کہا ہے کہ امام اعظم اور اہل حدیث کے  
 سلسلے میں عام طور پر ایک بدگمانی اور خشک فضا پائی جاتی ہے  
 سب ہوتا ہے کہ اس مکتب فکر اور امام گرامی کی شخصیت کے درمیان  
 ایک حریفانہ چشمک بھی موجود ہے۔ لیکن کتنا مبارک ہے یہ پہلو کہ  
 خود اسی مکتب فکر کے ایک مصلح نوجوان ندیم کولوی نے اس خشک  
 شہ پر کاری ضرب لگائی ہے اور امام اعظم کا ذکر کتبیل اس اثر و  
 تعلق بلکہ عقیدت و نیاز کے ساتھ چھیڑا ہے کہ بہت سے تحقیقی شاید  
 اس اداسے غم و غم کا مقابلہ نہ کر سکیں، ارداداری حقیقت پسندی  
 اور وسعت فکر و نظر کا یہ ورثہ نوجوان موصوف کو مشاہد ان کے دان  
 ماجد مرحوم کی طرف سے۔ آپسے تحقیقی عالمانہ مسلم اور کردار کے دور  
 اندازہ اس واقعہ سے خوب ہوتا ہے جو کتاب پڑا کے آخری صفحہ  
 نقل ہوا ہے جس میں مرحوم نے اپنے حلقہ درس کے اس طالب کو  
 دھتکا کر نکال دیا تھا جس نے امام اعظم کی شان میں "جہنم" لکھی

الفاظ کہے تھے اور جو مرحوم کی چین گوئی کے مطابق اس گستاخی کے ادوار میں مزید ہو کر خدا کی ہزار بار پناہ !!

مرتب نے جس مقدمہ سے یہ کتاب پھر مہلبے وہ بڑی حد تک بڑھا ہو گیا۔ ان کی کوشش ہی تھی کہ حضرت امام کے سلسلے میں جو طویل اور قیمتی کتابیں شائع ہو چکی ہیں ان کا عام فہم پڑھ پیش کر دیا جائے مواد اور ترتیب کے لحاظ سے اس مختصر تعارف میں حسن و اثر پیدا کیا ہے۔ مگر تب کی اس کامیابی کی راہ میں اور اس کی عمومی افادیت میں جو شے حاصل ہوئی وہ خود ای کتاب کی زیادتی قیمت سے جسکو نظر سوز صدک بگڑی ہوئی کتابت و طباعت کی خسرتِ حالی نے کچھ اور ٹمبر آرا بنا چھوڑا ہے۔ تاہم مرتب کا غلوں پر تحریر اور پاکیزہ ضمیر ہی اس "زیادتی" کو برداشت کرنے کی ہرزور سفارش کرتی ہے۔

نکلیں ہے۔ بلکہ یقینی بات ہے کہ ایک حنفی المسلمک کے نقطہ نظر سے اس کتاب کے بعض گوشے کھٹک پیدا کریں۔ مثلاً یہی دیکھا کہ مرتب نے کسی جگہ لکھا ہے کہ امام اعظمؒ کا اصل تحقیقی سرمایہ بکسر ضائع ہو چکا ہے اور اب ان کا جو کچھ بقیہ خزانہ بنا رہا ہے۔ وہ ان کے تلامذہ کے واسطے سے پورا بچا ہوا ذخیرہ ہے۔ یا یہ کہ امام فنا جب کے عہد میں احادیث کا ذخیرہ بکھرا ہوا تھا اس لئے بعد میں جمع شدہ و فیروزہ میں اگر کوئی حدیث شریف اور امام صاحب کی رائے سے بہتر نظر آئے یا دونوں میں ٹکراؤ محسوس ہو تو امام صاحب کی تقلید پر اصرار مناسب نہیں۔

ایک حنفی کے نزدیک یہ دونوں باتیں محل نظر ہونی چاہئیں۔ اس لئے کہ وہ جانتا ہے کہ امام اعظمؒ کے مسودات دایک فقہ اکبر کو چھوڑ کر کے ضیاع کا کفارہ تارکینی معیار پر اس طرح بحسن و خوبی پورا ہوا جاتا ہے کہ مختلف معاصرین اور شاگردوں نے امام صاحب کی فقہی تحقیقات کی جو فقول چھوڑی ہیں وہ عمومی طور سے باہم دیگر مکمل مطابق ہیں۔ ظنی کتابوں کے جبکہ کی یہ تاریخی مطالبقت یہ منسی رکھتی ہے کہ اصل ہستی کی طرف جو فقہی سرمایہ منسوب کیا جا رہا ہے اس میں کوئی تحریف نہیں ہوتی۔

اسی طرح یہ بات غور طلب ہے کہ امام اعظمؒ کی رائے اور کسی حدیث شریف کے درمیان رد و اختیار کا معیار کیا ہونا چاہیے؟ کیا صرف یہ کہ ایک شخص کو ان میں متصادم نظر آ رہا ہے؟

یا یہ خیال کہ امام صاحب تک یہ حدیث ذہبی لکھی ہوگی؟ دونوں صورتوں میں کہا جائے گا کہ بادی النظر میں جو محمدا و نظر آ رہا ہو اس کا کافی لوازم موجود ہونا ضروری نہیں۔ نیز قطعی ممکن ہے کہ امام اعظمؒ کے سامنے وہ حدیث شریف ایک خاص محل، ایک خاص مقبول کتابت مکمل روایتی ذخیرہ کے فریم میں خاص انداز سے فہم پوری ہو۔

بہر حال ایک حنفی کے نقطہ نظر سے نہیں بلکہ اس اعتبار سے یہ کتاب پڑھی جانی چاہیے کہ لکھنے والا شخص اس کتابت تک سے متعلق ہے جو امام اعظمؒ کی تقلید کا پابند نہیں بلکہ اپنی زمانہ جس امکان سے عموماً اس انداز غلوں کی توقع کم کیا جاسکتی ہے۔ کتاب اس لحاظ سے قابل مطالعہ بعض مقامات پر مرتب نے ایسے الفاظ و تراکیب استعمال کی ہیں جو نادر و نایاب ہیں۔ مثلاً صفحہ ۲۵ پر "حضرت امام کی لفظ افریقی" لفظ نہیں تاکہ افریقی ہونا چاہیے۔ یا صفحہ ۲۶ پر آنسوؤں کا طوفان پر غلطی۔ طوفان کے ساتھ پہنچنے کی نہیں اس لئے کی نسبت ٹھیک ہوگی۔ یا صفحہ ۲۸ پر "جس میں اسلامی نظام مال کی چہرہ کشائی کی گئی ہے" "نظام مالیات" زیادہ حدت رہتا مگر چہرہ کشائی تو غیر مگسالی لفظ ہے۔ یوں کہا جاسکتا تھا کہ "جس میں اسلامی نظام مالیات کے چہرے سے نقاب اٹھایا گیا ہے"۔

صفحہ ۲۱ پر "ارتباط" کو "ارتباط" کہا گیا ہے۔ ممکن ہے کہ کتاب کی غلطی ہو! اور کتابت کی سب سے بھیا تک فرد گذار شدت وہ ہے جہاں صفحہ ۲۶ پر قرآن شریف کی ایک آیت غلط چھپ گئی ہے۔ اور دین الظالموں سے پہلے عتقا کا لفظ چھوٹ گیا ہے۔ پتلے ملتے اس خوں چکان ٹریجڈی کی طرف بھی ایک اشارہ کرنے کو جی چاہتا ہے کہ جس کا احساس میں اس وقت بڑے دکھ کے ساتھ ہوا جب ہم اس کتاب کے صفحہ ۳۸ پر اس تاریخی ہدایت نامہ سے گندوار سے تھے جو امام اعظمؒ نے قاضی ابو یوسف علیہ الرحمہ کو تحریر فرمایا تھا۔ اس ہدایت نامے کے یہ الفاظ۔

"... اگر کوئی شخص مشرکیت میں بدعات کا موجد ہو تو اعلیٰ اس کی غلطی کا اظہار کرنا تاکہ اور لوگوں کو اس کی تقلید کی جرأت نہ ہو۔۔۔۔۔"

ان علماء و بدعت سے کیا کہہ رہے ہیں جو بدعت سے جنگ کرنے کے بجائے "سنت" کو سنت کے نام سے شان پر

کر لیتے ہیں!! حیرت ہے وہ لوگ بھی امام اعظم کو اپنا نام کہتے ہیں جن کے ذہن و دماغ میں بدعت کے کارخانے اور اسلواخانے دھڑ دھڑا رہتے ہیں اور حالانکہ امام اعظم کی حیات مبارک اس فتنہ کی سرکوبی میں صرف ہوئی۔ امام اور مقتدری میں شاید یہ سب سے بڑی تاریخی غلطی ہے! کون ہے جو اس کو پات سکے؟ مفسوس کہ اس نے کوئی نہیں!۔

از: شائقی چرن بھٹا چاریہ۔ صفحات ۱۴۲

## راہ کا کانشا

کا۔ ناٹل سائز کا فڈا کتابت و طباعت  
محمولی۔ جلد مع گرد پوش۔ قیمت درج نہیں۔ پبلشر بھٹا چاریہ  
پبلسٹی ۵/۲ مشہری گوبال ملک لین۔ کلکتہ۔ شائقی حسین  
بھٹا چاریہ صاحب اردو کے ایک بنگالی ادیب ہیں۔ زیر نظر  
کتاب ان کے ۱۳ افسانوں کا مجموعہ ہے۔ تقریباً سارے افسانے  
مقتدری ادب کے ترجمان ہیں لیکن اس مقصدیت کا محور کوئی سوچا  
بہار روشن اور گہرا فکر نہیں بلکہ جذبہ اور ذہن ہے۔ وہ جذبہ  
اور ذہن جو سرمایہ دار اور مزدور کی کشمکش سے پیدا  
ہوتا ہے۔ اور جس میں انسانیت کے ایک طبقے سے ہمدردی اور  
دوسرے سے نفرت و انتقام کا جوش و خروش پایا جاتا ہے  
یہی وہ جذبہ ہوتی تقسیم ہے جس نے اس انقلابی طرز فکر میں سو ترو  
گزار کے ساتھ خشونت و وحشت، آسودوں کے ساتھ خورج  
اور محبت کی تڑپ کے ساتھ نفرت بھرے انتقام کی دو رنگی پیدا  
کردی ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا بلکہ انسانیت کو ایک اکائی کی صورت  
میں یہ طرز فکر دیکھ سکتا تو اس کے یہاں وہ انسان دوستی کی  
اداپائی جاتی جس کو مذہب نے "گناہگار سے ہمدردی اور  
گناہ سے نفرت" کے پیغام میں پیش کیا ہے۔

پہر حال یہ افسانے اس نقطہ نظر کی تنگی کے باوجود شائقی  
جی کی حساس فطرت، حقیقی جذبات اور پر غلوں دل کی چوٹ کے  
حامل ہیں۔ اس شدت جذبات نے ان افسانوں کو افسانہ کم  
اور جذباتی خاکہ زیادہ بنا دیا ہے۔ لیکن ان خاکوں میں واقعات  
کا عمل اور "ایکشن" اس قدر مسلسل ہے کہ جذبہ سیلاب اور  
جامد نہیں ہونے پاتا بلکہ دلچسپی اور تنوع کا لطف برقرار رہتا  
ہے۔ افسانوں کے مواد سے ہرگز زبان و بیان کا پہلو کافی

اصلاح طلب ہے اور اس حد تک کہ زبان کی بعض غلطیاں تو سب سے  
کر رہی ہیں خصوصاً تکبر و نانیث اور واحد و جمع کی قواعد کی  
غلطیاں تو پہلی فسرحت میں دور ہوئی چاہئیں۔

— صفحات ۱۴۲  
قیمت ڈیڑھ روپے

مارکزم تاریخ جسکو ذکر کی

## سوشلزم :- ایک غیر اسلامی نظریہ

صفحات ۶۶ قیمت ۱۱

ان دونوں کتابوں کے مصنف جناب وحید الدین خاں ہیں اور  
ناشر ہے۔ مرکزی مکتبہ جاہت اسلامی ہمسند۔ کشن گنج  
دہلی۔

پہلی کتاب بنائی ہے کہ مارکزم کیا ہے؟۔ اس نے انسانی  
سماج کے عروج و زوال کے کیا تو ان میں تاریخ کی روشنی میں طے کئے  
تھے اور کن تاریخی عوامل کو سرمایہ داری اور مزدور کی کشمکش کا ذمہ  
دار قرار دیا تھا۔ اور پھر ان تاریخی حداثات کے معاشی اصولوں کے  
حفاظت سے مستقبل کے انسانی سماج کے بارے میں کیا پیش گوئی  
کی تھیں؟۔ مارکس کے اس فلسفہ کا متعارف کرانے کے بعد  
مصنف نے تاریخی اور عقلی روشنی میں یہ جائزہ لیا ہے کہ یہ فلسفہ  
کہاں تک صحیح ثابت ہوا اور کہاں کہاں تاریخی واقعات نے مارکس  
کے اصولوں کو یاد ہوا اور بے بنیاد قرار دیا ہے۔ پھر مارکس کے  
مفروضات جب تاریخی طور پر غلط نکلے تو کس کس طرح لینن اور  
اس کے بعد آنے والے مارکس مفکرین نے ان غلطیوں کو تسلیم کرنے  
کے بجائے مارکس کے نظریات کی دور افتادہ تاویلیں کیں اور اس  
فلسفہ کا بھرم قائم رکھنے کے لئے ایک غلطی کی تلافی کے لئے دوسری  
اور تیسری غلطیاں کیں۔ کتاب کا مطالعہ بڑے "عہد تناک" طرز  
سے یہ حقیقت پیش کرتا ہے کہ وہی کی رہنمائی سے خود کو محروم کرنے  
بے انسانی عقلی و فراست کسی کیسی سنجیدہ ٹھوکریں کھاتی ہے۔

اور کسی کسی بھول بھلیتوں میں گم ہوتی چلی جاتی ہے!۔ فکر  
مواد، استدلال اور طرز تحریر کے لحاظ سے یہ کتاب "مارکزم"  
کو عقل و ادراک کی حماقتوں کا پستارہ ثابت کرنے کے لئے بہترین  
کوشش ہے۔ کہیں کہیں ایک ہی بات کا اعادہ اور بعض مقامات

پرخیاالات کا پھیلاؤ وغیر معین سمت میں چلتا ہوا محسوس ضرور ہوتا ہے اور کہیں کہیں یہ طرز بیان "اجنبی" محسوس ہوتا ہے کہ ایک لفظ میں وہ سب کی سب غلط ہیں "صفحہ ۱۸" یا "مارکس طبقاتی طریق کار میں یقین رکھتا ہے (صفحہ ۱۹) بیان "مختصر یہ کہ کے بجائے "ایک لفظ میں" کا فقرہ اور "مارکس طبقاتی طریق کار کا قائل ہے" کی جگہ "طبقاتی طریق کار میں یقین رکھتا ہے" انگریزی اردو کا اسٹائل ہے۔ وحید الدین خاں جیسے اہل فہم کے یہاں اس طرح کی اگلی دکی غلطیاں بھی نظر انداز کر کے کوئی نہیں چاہتا۔ بہر حال مجموعی طور سے کتاب ہر لحاظ سے قابل مطالعہ اور درخور استفادہ ہے۔

دوسری کتاب "سوشلزم" ایک غیر اسلامی نظریہ بھی اسی ڈھب کی چیز ہے۔ یہاں مصنف نے پہلے تو سوشلزم کی اصل حقیقت اور اس کے واقعی عقدہ خالی پر سے لہجہ اٹھایا اور پھر یہ دکھایا ہے کہ اسلام اور سوشلسٹ فلسفہ میں کس قدر بعد المتشرفین ہے آگے چل کر مصنف نے اس تاریخی فریبی نظریہ اور اس منہو خیز جوہر و طبع کا یوں بھی کھول دیا ہے جو بعض مسلم ذہن سوشلزم کو بڑے متفقاہ طور پر رد کرنے کے بعد "اسلام" کے پردے میں خود اسی نظام فکر کو رد کر کے کی جہد و جدوجہد کر رہے ہیں۔ اس ذیل میں مصنف نے پاکستان کے نام نہاد اہل قرآن مسٹر پرویز کا خصوصیت سے ذکر کیا ہے اور ان کے پیش کردہ نظام ریورسٹ "کاپوسٹ مارٹن" کے یہ ذہنی سازش طشتہ کی ہے کہ پرویز صاحب نے ایک طرف سوشلزم پر فتویٰ لکھ لگا کر دوسری طرف اسلام کی بڑیتوں میں بڑی "مشرباب" مہر کر کیسی ہولناک جسارت فرمائی ہے؟

**مسلمان بچے شرک کی آغوش میں** (مفت تقیم

کے لئے) شائع کردہ :- جماعت اسلامی ہند طبع ممبئی ہم آوازوں دھر داسٹرٹریٹ ممبئی نمبر ۱۱ "پمفلٹ" میں جو ۱۲ صفحات پر مشتمل کتابچہ کی شکل میں ہے مختلف داخلہ درس کتابوں کے وہ حوالے نقل کئے گئے ہیں جو اسلامی تعلیمات اور اسلامی عقائد کے بحسب خلاف شرک کی ذہنیت کا زہر معصوم دماغوں میں

انٹیل رہے ہیں۔ ان اقتباسات کی فہرست میں ہندو مصنّفوں اور ہندو کتیبوں کے دوش بدوش ہمارے اور آپ کے جاموہ ملیہ کا نام بھی ہے جس کی شائع کردہ یا شامل نصاب کتابوں میں بھی وہی "زہر" دوڑا ہوا ہے جو جاموہ ملیہ کے حسین لفظ کو ڈائنامٹ کرنے کے لئے ایجاد ہوا ہے۔ کتابچہ سے پتہ چلتا ہے کہ اس زہرناک ماحول کا مقابلہ کرنے کے لئے جماعت اسلامی کے تیار کردہ نصاب میں پورا پورا اہتمام کیا گیا ہے۔ اسلئے یہی اس پمفلٹ کا مقصد ہے کہ لوگ خطرہ کی نوعیت کو سمجھیں اور پھر جماعت کے نصاب سے اس کا دفعہ کریں یا خود کوئی تریاق ایجاد کریں۔ مستقبل کی نئی انسانی پود کو اس زہر سے ہلاک ہونے کے لئے زمانہ کے رحم و کرم پر چھوڑ دینا ارتداد کا عملی آنکھوں خیر مقدم کرنا ہے۔

مرتبہ محمد یوسف اصلاحی صاحب  
**خطوط نگاری** ناول سائز۔ صفحات ۳۱ قیمت

بیس نئے پیسے۔ ناشر مکتبہ تعلیمات اہل قاضی بریلی۔ یہ کتاب جیسا کہ نام سے ظاہر ہے خط لکھنا سکھاتی ہے۔ عمر کے فرق سے خطوط کا ڈھانچا کیسے بدلتا ہے۔ اس کے علاوہ خط اور رقم میں کیا فرق ہے؟ - ضرور سمجھنے کیسے لکھی جاتی ہے؟ - خطوط اور درخواستوں کا جواب کس طرح لکھتے ہیں؟ ان سب سبیلوں کا خاکہ رکھتے ہوئے خط نویسی اور عرضی نویسی کے اصول اور ان کے نمونے اس چھوٹی سی کتاب میں جمع کئے گئے ہیں۔

**نعم رسالت** مؤلفہ و مرتبہ عالی سنت نامہ علمت حضرت علامہ الحاج مفتی حکیم سید غلام الدین مخدوم نعیمی۔

ناول سائز۔ صفحات ۹۶۔ کاغذ گھٹیا۔ کتابت و طباعت صاف ستھری۔ قیمت آٹھ آنہ۔ شائع کردہ :- ادارہ نعیمیہ رضویہ ہفت روزہ سواد اعظم۔ موچی گیٹ لاہور۔

یہ بین سواد اعظم کا مجموعہ بتایا گیا ہے اور نبتانے والا کون ہے عالی سنت اور نامہ علمت ایک حضرت علامہ!۔

لیکن امر واقعہ کیا ہے یہ ذیل پچھئے۔ اسقدر بھاری بھر کم سنت  
نواز خطابات کے بعد ظاہر ہے اس کتاب پر زبان تنقید کھولنے  
والا سوائے ”دہلی“ اور ”پرویز“ کے کون ہو سکتا ہے!  
جن میں سے ہر ایک کی گوشمالی کا سامان اس مقدس کتاب میں  
بہ افراط جمع کر دیا گیا ہے اور اس قلم بندھی اور جھڑپ لکھنے  
کے بعد خوب دل کھول کر کڑور کڑور روایات کے سہارے  
بدعت کو حسن کی آڑ میں شفقانہ تھپکی دی گئی ہے اور حضور  
صلی اللہ علیہ وسلم کی ”بشریت“ میں الوہیت کی شان پیدا  
کرنے کے لئے آپ کے علم غیب اور تصرفات کے عقیدہ کی  
آبیاری کے لئے ان تمام روایات کا سمندر اندیل دیا گیا  
ہے جن میں بدعتی اور قبوری شریعت کے ناخذ التوحید کا  
سفید غرق کرتے چلے آ رہے ہیں! —

ان اللہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ اکبر! کیا زما ہے! قرآن  
و حدیث کی تبلیغ کے پردے میں فلتنوں کی دوکانیں چمکانے  
کا یہ حق! اور اس پر جسرات مستزاد کہ تجلی ”جیسے دہلی“  
کو اس کی ایجنسی کے طور پر استعمال کرنے کی کوشش! وہی  
تجلی جسکے صفحات میں ان باطل عقائد اور رنج رو دلائل کو بچانے  
کتنی بار سپردِ خاک کیا جا چکا ہے! — حقیقت یہی وہ  
بے بصیرت طبقہ ہے جس نے روایات کی ساکھ لگا کر رکھدی  
اور اس کی اپنی غلط راہوں سے ”پرویز“ جیسے لوگ دوسرا  
انتہا پسند اندر عمل لیکر اٹھے اور بلا لحاظ صحیح و غلط روایت  
ہی کے دشمن ہو گئے۔ پرویزیت کے فتنوں پر یہ خون کے آئینے  
روئے والے نادان دوست کیسے کھمکے ہیں کہ ان فتنوں کے  
جنم دانا آنجناب خود ہی ہیں! — (ش. ن. ع.)

ہمارے نبی کے صحابیؓ | مؤلف، جناب اعجاز الحق قدوسی

صفحات ۱۲۷۔ قیمت ایک روپیہ

ناشر، اسلامک پبشرز، چیچل گوڑہ، حیدرآباد دکن۔

یہ مفید کتاب بچوں اور بچیوں اور معمولی پڑھے لکھوں کے لئے  
صحابہ رضوان اللہ علیہم کے واقعات و احوال سے ترتیب دی گئی  
ہے۔ کیا شک ہے کہ صحابہؓ کے تذکار سیرت رسول کے بعد چلے  
لئے سب سے بڑھ کر خیر و برکت کا وسیلہ ہیں، بچے اور کم پڑھے  
لکھے تو کجا ہمارے نزدیک تو بڑے بڑے علماء اور شیوخ و امام کو بھی

وقتاً فوقتاً صحابہ کے واقعات و حکایات دہراتے رہنا چاہئے۔  
چاہے وہ بچوں ہی کی کتاب میں ہوں۔

مسلمان بچوں کو سیرت رسول کے ساتھ حالات صحابہ سے  
واقف کرانا اتنا ضروری ہے کہ اس سے بڑھ کر ضروری کوئی کام  
ہنیں۔ چار اسب کچھ ہمارا ماضی ہے۔ اسلامی فکر و نظر کے سات  
سمندر بھی خشک ہو جائیں گے اگر ماضی کے سوتوں سے ان کلاشتہ  
کاٹ دیا جائے۔

ہم اس نافع و پاکیزہ اور دلچسپ کتاب کی تالیف پر موافقت  
کو مبارکباد اور ناشر کو دعائے خیر دیتے ہیں۔ آخر میں فرہنگ لگا کر  
بچوں کے لئے آسانی پیدا کر دی گئی ہے۔

۰۰ ۰۰ ۰۰

یہ بھی اعجاز صاحب ہی کی تالیف ہے اور  
ناشر بھی وہی اسلامک پبشرز۔

## ستیر بتول

صفحات ۱۲۷ قیمت ۱۲۷

سیدۃ النساء خاتون جنت فاطمہ الزہراء رضی اللہ  
کی سیرت پر یہ کتاب نہایت اچھی ہے۔ اگر بچوں کے لئے ہے لیکن  
۱۶ اشیا پر ماخذ کے حوالے دیکر مولف نے اسے ہم جیسوں کے لئے  
بھی کارآمد بنا دیا ہے۔

سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت نامہ صاحبزادی پر ہزاروں  
سلام، خورتوں کو خصوصیت سے ان کے حالات پڑھنے چاہئیں۔  
فرہنگ اس کتاب میں بھی ہے۔

۰۰ ۰۰ ۰۰

پاک بیبیاں | اس کے بھی مولف و ناشر وہی اور والے  
ہیں۔ صفحات ۱۲۷۔ قیمت پونے دو روپے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ازدواج مطہرات محرم  
سب کی مائیں ہیں اور ان کا ذکر و بیان ہمارے سلف باعزت  
سعادت۔ اس کتاب میں اسماء المؤمنین کے جسٹہ جنت حالات  
سبق آموز انداز میں جمع کئے گئے ہیں۔ حواشی پر ماخذ کے حوالے  
بھی ہیں۔ یہ کتاب ہر لحاظ سے اس لائق ہے کہ مسلمان بچوں کے  
گورنر میں شافی ہو اور وہ بڑے بھی اسے پڑھیں جو اپنی بے توفیقی  
کے باعث اپنی ماؤں کے حالات سے بے خبر ہیں۔ (ع. ع.)

۰۰ ۰۰ ۰۰

# مدرسہ سراج العلوم (جھنڈا انگر) واقع ریاست نیپال

۱) مدارس اسلامیہ کی اہمیت و ضرورت تو ہر زمانے ہی میں مسلم پر ہی ہے لیکن آج کے دور پر فقہ میں یہ جس قدر بڑھ گئی ہے کتابت بیان نہیں، بشرکہ وزندہ اور اتحاد دینے کے سیلاب کو روکا جا سکتا ہے تو صرف اسی طرح کہ ہماری دینی تعلیم کا نظام مضبوط سے مضبوط تر ہو اور ہماری توجیہ نسلوں کی نگاہوں سے دین کا افق زریں اور چل نہ ہونے پائے۔ یہ تمہیدی مسطور میں نے جھنڈا انگر (ریاست نیپال) کے ایک مدرسے کے ذکر کو خیر میں لکھی ہیں اس کا نام ہے مدرسہ سراج العلوم براہ راست تو اس کے احوال و کوائف سے مجھے واقفیت نہیں لیکن بالواسطہ جو کچھ معلوم ہوا ہے وہ ایسا ضرور ہے کہ اس کے پیش نظر اہل خیر اور ارباب استطاعت سے اس مدرسہ کی امداد و اعانت کا اہتمام کیا جائے یہ نازک وقت ایسا نہیں ہے کہ ہم دینی اداروں کے سلسلے میں محدود و محدود ہی زاویہ نظر پر رہیں اور وسیع تر دینی و ملی انداز فکر اختیار کرنے کی بجائے اپنی ذہنی تقصبات کی چٹی اٹھو پرانے رکھیں۔ جھنڈا انگر جغرافی اور عمرانی پہلوؤں سے جو حقیقت رکھتا ہے اس کے لحاظ سے وہاں کسی دینی درسگاہ کا قیام اور فروغ و استحکام بے حد ضروری ہے مجھے معلوم ہوا ہے کہ مدرسہ سراج العلوم کے کارکن نہایت مخلص و نعر سندا و مستقرین لوگ ہیں اس لئے میری تمام ارباب خیر سے پوزور اپیل ہے کہ وہ مستقلاً اس کی مالی امداد فرمائیں اور صدقہ جاریہ کے پیش ہوا اجر نواب میں شریک ہوں۔ واللہ توفیق (مولانا عام عثمانی مدیر "تجلی" دیوبند)

۲) ایسے علاقوں میں جہاں مسلمانیت اقلیت میں ہوں اور وہ اسلامی تہذیب کے مراکز سے دور ہوں دینی درسگاہ بچوگی اور ضرورت سے جو حضرات ایسے سرحدی مقامات پر اور ایسے دور دراز علاقوں میں دینی تعلیم و ترویج اہل اسلامی تعلیمات و اطلاق کی اشاعت کی غرض سے قائم کیے جاتے ہیں ان کو

مربط فی سبیل اللہ اور ان کے کام کو برطانی سبیل اللہ سے تعبیر کرتا ہوں اور میرا عقیدہ ہے کہ ان مدارس و مراکز کی اشاعت و خدمت بہت بڑی دینی خدمت اور بہت بڑا کار خیر ہے جھنڈے انگر کے مغربی مدرسہ کو بھی اس کے جائے و فوٹو کے لحاظ سے ایسا ہی مرکز تصور کرتا ہوں اور اسکی خدمت کو بڑی سعادت اور توفیق کی بات سمجھتا ہوں اللہ تعالیٰ اس مدرسہ کو استحکام و ترقی اور اسکے کام کو وسعت اور اسکے کارکنوں کو خلوص و استطاعت اور عام مسلمانوں کو خدمت و اعانت کی توفیق عطا فرمائے۔

(مولانا ابوالحسن علی ندوی)

۳) یہ مدرسہ میں دیکھا ہے مولانا عبدالرؤف صاحب دہلی جھنڈا انگری جو اس مدرسہ کے روح و رواں ہیں۔ بڑے غلوں و رشوق و شوقت اسکے مہار ہیں اور اس طرح ایک دور دراز علاقہ میں اسلام کی نمایاں خدمت انجام دے رہے ہیں۔ اس مدرسہ کی خدمت کے نصابہ شہر دین کی خدمت سے لہذا اللہ کے یہاں اس کا یقیناً اجر ملے گا۔ مولانا سعید احمد کابادی (ناظم نیپال سلیو سوسٹی علی گڑھ) اہم مدرسہ سراج العلوم جھنڈا انگری نے رنگ پور مفید دینی خدمت انجام دیر ہے اور دیکھنا ناظم سرحدی عبدالرؤف صاحب دہلی بڑے مستعد اور کارگزار آدمی معلوم ہوتے ہیں بھ مسرت ہے کہ میری وساطت سے مدرسہ کو امدادیں کی جا رہی ہیں اور اہل صدق و مصفا میں سے جو صاحب اس کو انیاں کرینگے وہ اجر جزیل کے مستحق ہوں گے (مولانا عبدالماجد دیوبان ناظم سراج العلوم جھنڈا انگر سے اجمی طرح واقف ہیں اس مدرسہ کی تعلیمی اور تعمیری ضروریات کے لئے منظور سرمایہ کی ضرورت سے اہل خیر حضرات سے میں درخواست کروں گا کہ وہ اس مدرسہ کی امداد پوری فراخ دلی سے کریں و کان شیکم منگورا اشیح الخیرات علیہم اللہ سبحانہ و تعالیٰ

(پتہ ذرا اعانت)

مولانا عبدالرؤف صاحب دہلی ناظم مدرسہ سراج العلوم جھنڈا انگر کیر آف پوسٹ راہ تلخ شائع ہستی۔



تفصیلات سے پچاتے ہوئے آپ کو براہ راست مغربی  
قرآن ناک پہنچاتی ہے۔ دلنشین، مستند اور ذہن میں اتر جانے  
والی۔ ابھی پہلی اور دوسری جلدیں فراہم کی جا سکی ہیں۔  
جلد اول جلد ساڑھے بارہ روپے۔ جلد دوم جلد پندرہ روپے

### علوم قرآنیہ

#### البيان في علوم القرآن

مشہور تفسیر حقانی  
کے مصنف مولانا  
عبدالحی محدث دہلوی کی عظیم الشان کتاب وہی ہے جس کی  
توصیف میں علامہ انور شاہ صاحب جیسے علامہ نے یہ الفاظ  
لکھے کہ اگرچہ اس کی نظیر ممکن ہے لیکن واقع نہیں۔ خدا کی  
ذات و صفات، تاسخ، تائید، جزا و سزا، قبر، جنت، عروج،  
نبوت، تاسخ و منسوخ، استعارہ و کنایہ اور اختلاف قرأت  
کی بحثیں۔ صفحات ۲۴۱ کاغذ لکھائی چھپائی معیاری۔  
نیا ایڈیشن۔ قیمت چھ روپے۔

#### قصص القرآن

آقرآن کے بیان فرمودہ قصص پر لاخلاق  
کتاب، عظیم معلومات کا خزانہ مستند  
اور محققانہ تفصیلات سے مالا مال۔ حصہ اول آٹھ روپے۔  
حصہ دوم چار روپے۔ حصہ سوم ساڑھے پانچ روپے۔  
حصہ چہارم آٹھ روپے۔ مکمل سید ہنگامے پر قیمت پچیس روپے  
جلد مطلوب ہوں تو ایک پختہ جلد ایک روپیہ بڑھ جائیگا۔  
عمرہ لغات القرآن  
آقرآنی لغات کی تشریح آسان  
زبان میں۔ جو لوگ قرآن کی  
طاہر ترجمہ کی خواہش اور شوق رکھتے ہیں ان کے لئے یہ کتاب  
بڑی مدد فراہم کرتی ہے۔ قیمت غیر جلد دو روپے۔

#### عظیم لغات القرآن

۱- حصہ سوم ۲/۵۰ - حصہ چہارم ۶/- - حصہ پنجم  
۶/۵۰ - حصہ ششم ۲/۵۰ - جلد میں ایک روپیہ فی جلد  
بڑھ جائے گا۔

### علمی ادب

#### سنن ابوداؤد عربی مع اردو

۵۷ لاکھ احادیث سے کیا گیا۔ ابھی جلد اول تیار ہوئی ہے۔  
قیمت دس روپے (جلد دوم زیر طبع)

#### مسند امام اعظم (اردو مع عربی)

امام الفقہ حضرت  
امام اعظم (اردو مع عربی) ابوحنیفہ کا مرتب  
کردہ ۵۲۳ احادیث کا مجموعہ (مولانا عبدالرشید نجفانی کے  
بیش بہا، پرمغز اور بسوٹہ مقدمے کے ساتھ جلد آٹھ روپے  
موطا امام مالک (ترجم عربی مع اردو) آثار کا مجموعہ  
جو بخاری سے پہلے مرتب ہوا۔ بارہ روپے۔ جلد کریم تیرہ روپے  
(جلد اعلیٰ چودہ روپے)

#### موطا امام محمد (اردو مع عربی)

امام محمد کے مرتب کردہ  
کتاب الآثار (اردو مع عربی) آثار کا مجموعہ جسے  
امام ابوحنیفہ نے جالیس ہزار احادیث نبوی سے منتخب فرمایا  
(مقدمہ مولانا عبدالرشید نجفانی) ہدیہ جلد آٹھ روپے۔

#### بخاری شریف (اردو مع عربی)

تین جلدوں میں مکمل  
بخاری شریف (صرف اردو ترجمہ) جلد سنیٹائش روپے  
تین جلدوں میں مکمل

#### بخاری شریف (صرف اردو ترجمہ)

جلد پختہ ستائش روپے  
مشکوٰۃ شریف (اردو مع عربی) جلد چوبیس روپے۔

#### مشکوٰۃ شریف (صرف اردو)

۲۰ جلدوں میں مکمل۔ جلد  
توا روپے (جلد پختہ آٹھ روپے)  
۲۰ جلدوں میں مکمل جلد توا روپے  
ترجمہ شریف (اصل اردو) جلد پختہ آٹھ روپے

**ریاض الصالحین** (اردو مع عربی) مشہور کتاب امام نووی کی جو قرآن و حدیث کی روشنی میں اصلاح نفس کے طریقے بتلاتی ہے۔ دو جلدوں میں مکمل۔ ہدیہ بیس روپے۔

**سنن دارمی (دھر اردو)** حدیث کی مشہور کتاب۔ ہدیہ مجلد آٹھ روپے۔

**مشارق الانوار (مترجم)** بخاری و مسلم کی صرف ذہنی احادیث کا انیسرا انتخاب۔

ترتیب فقہی الواجب پر ہے جس سے یہ معلوم کرنا بہت آسان ہو جاتا ہے کہ کونسا مسئلہ کس حدیث سے نکلا ہے۔ ترجمہ کے ساتھ تشریح بھی اور عربی متن بھی۔ ہدیہ چودہ روپے۔ (مجلد اعلیٰ نولہ روپے)

**بلوغ المرام** مشہور امام ابن حافظ ابن حجر کی یہ کتاب بخاری، مسلم، ترمذی، ابو داؤد اور دیگر کتب معتبرہ سے منتخب کئے ہوئے دینی احکام کا پیش بہا مجموعہ ہے۔ ترجمہ مع عربی متن۔ ہدیہ مجلد آٹھ روپے۔

**صحیفہ ہمام بن منبہ** بخاری و ترمذی نام لکے بھی قدیم اور پریرتہ نے اپنے شاگرد ابن منبہ کے لئے مرتب کی۔ ہدیہ ساڑھے تین روپے (مجلد ساڑھے چار روپے)

**ترجمان السنہ** احادیث کی بہترین تفہیم و تشریح کا واحد کتاب۔ شہسوار میں اس کی خوبیوں کا اجالی تعارف بھی شکل ہے جس دیکھنے سے تلقین رکھتی ہے۔ جلد اول (پندرہ روپے) (مجلد بارہ روپے) جلد دوم (نو روپے) (مجلد گیارہ روپے)۔

**بستان المحدثین** شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی ایمان افزہ کتاب کا اردو ترجمہ۔ بلند پایہ محدثین کے حالات اور خدمات و تالیفات کا پاکیزہ تذکرہ۔ قیمت مجلد پانچ روپے۔

**معارج الحدیث** از مولانا منظور رضائی دو جلد۔ دس روپے

**تجربہ بخاری** (اردو) بخاری کی عنایتاً منتخب احادیث کا مجموعہ۔ مجلد آٹھ روپے۔

**انتخب صحیح السنہ** بخاری، مسلم، ترمذی، ابو داؤد اور نسائی کا پسندیدہ انتخاب۔

ہدیہ مجلد پانچ روپے

**تاریخ تدوین حدیث** تدوین حدیث کب، کیونکر، کس انداز میں ہوئی ۹ اس کا مدلل

مفصل جواب معلومات کثیرہ کا خزینہ۔ ہدیہ بیس روپے۔  
**علم الحدیث** افسانہ علم الحدیث کی عمدہ تحقیق۔ ہدیہ سوارہ روپے

**سوانح اہل بیت**

**صحیح السیر** رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور تاریخی واقعات پر مشتمل بے حد نفیس مفصل مستند اور دلچسپ علمی تحقیقی کتاب "سیرۃ النبی" کی مضمون مجلدات کے سوا اردو میں کوئی کتاب سیرت اس کے پتے کی نہیں۔ قیمت مجلد تین روپے۔

**حیات طیبہ** رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک مختصر اور لاجواب سیرت۔ صورتی و معنوی خوبیوں سے مزین۔ قیمت اٹھائی روپے۔

**سیرت حضرت ابو بکر صدیق** ابو بکر صدیق کی مکمل سوانح۔ مجلد مع کور۔ قیمت دو روپے۔

**الفاروق** امیر المؤمنین خلیفہ ثانی سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حالات و سوانح پر علمائے عربی کی یہ کتاب دنیا بھر میں مشہور ہے۔ قیمت مجلد چھ روپے۔

**ابو ذر غفاری** رسول اللہ کے بلند مرتبہ صحابی حضرت ابو ذر غفاری کی مفصل سوانح مولانا مناظر حسن گیلانی کے قلم سے۔ قیمت مجلد دو روپے۔

**سیر عمر ابن عبدالعزیز** امیر مصلح القدر رضی اللہ عنہ کی سوانح اور حالات

سیرت حضرت علی بن ابی طالب

جس کی خلافت کو اکثر علماء نے پانچویں خلافت راشدہ سے تعبیر کیا ہے۔ - مجلد تین روپے۔

**حیات امام ابوحنیفہ رضی سیرۃ النعمان** امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نام اعظم حضرت ابوحنیفہ کے مفصل حالات زندگی درج ہیں اور ایمان افروز۔ قیمت میں روپے (مجلد چار روپے)

**حیات امام احمد بن حنبل** مصر کے ائمہ نامہ محقق ابو ابن حنبل کا تفسیر اور ترجمہ۔ امام احمد پر یہ اپنی روایت کی واحد کتاب ہے۔ قیمت دس روپے۔

**الغزالی** امام غزالی پر مولانا شبلی نعمانی کی محققانہ بحث جو آجکل کیسا ہے دکا غزالی غیر مجلد دو روپے

**تذکرہ مجید الف ثانی** اس عظیم مرد مومن کے حالات مؤثر دیا جسے امت مسلمہ ایمانی مجدد الف ثانی کے نام سے یاد کرتی ہے۔ قیمت مجلد چار روپے۔

**محمد بن عبد الوہاب** از مولانا سعود عالم ندوی۔ بارہویوں صدمی بھری کے ہونے مصلح شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب نجدی کی سیرت اور دعوت پر علمی و تحقیقی تصنیف جس میں شرق و مغرب کے تمام ناخدا پوری طرح کنگھال کر غلط فہمیوں اور غلط بیانیوں کی حقیقت واضح کی گئی ہے۔ قیمت ڈھائی روپے۔

**حیات شیخ عبدالحق محبت دہلوی** اس عظیم جس نے مسلمانان ہند کے بھرے ہوئے شہر اسے کو دریں حدیث کے ذریعے منظم کیا۔ اور ان میں دینی غور و فکر کی صلاحیتیں ابھاریں جن کی "تفسیر حقانی" آج بھی ایک عظیم تفسیر مانی جاتی ہے۔ قیمت مجلد مع کورچھ روپے۔

**سیرت اشرف** حکیم الامت مولانا اشرف علی کی مفصل سیرت۔ صفحات ۱۵ قیمت مجلد بارہ روپے

**تجلیات عثمانی** شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی کے علمی زندگی کے مفصل حالات

آپ کے علم تفسیر، حدیث، فقہ، کلام، منطق، فلسفہ، مناظرہ، تقریر، اردو، فارسی، عربی ادب اور سیاسیات پر حاصل تبصرہ، بڑے ۷۱۲ صفحات، جلد تیسرے حسین سہنگار دہلی پبلشر قیمت مجلد ساڑھے دس روپے

**تذکرہ** مولانا آزاد رحمۃ اللہ علیہ کی شہرہ آفاق کتاب جو ان کے اپنے اور آباؤ اجداد کے تذکروں پر مشتمل ہے۔ ۱۰۰۰ صفحات سے لبریز۔ قیمت مجلد سات روپے۔

**صحابیات** صحابی عورتوں کے ایمان افروز حالات قیمت مجلد چھ روپے

**رد شرک بدعت**

**الوسیلہ** امام ابن تیمیہ کی معرکہ الآراء کتاب۔ جس میں واضح کیا گیا ہے کہ وسیلہ کا کیا مطلب ہے اور اس کی شرعی حدود کیا ہیں؟ عجیب ایسا ایمان افروز۔ قیمت مجلد دو روپے۔

**تقویۃ الایمان (اردو)** شاہ اہل شہر کی وہ مشہور میں پچھل ڈال دی۔ قیمت چار روپے (مجلد پانچ روپے)

**اشہاب الشاہد** بدعات کے رد میں ایک مفید کتاب۔ پونے دو روپے

**تجلی کا خاص نمبر** جس میں سماع و مسموع، عرس، نیاز اور فاتحہ و عیسویہ پر

مفصل بحث اس کے علاوہ دیگر مضامین پر دلچسپ مفید مباحث ملیں گے۔ قیمت ڈیڑھ روپے۔

**بدعت کیا ہے؟** مولانا عاصم عثمانی اور تین دیگر

تاریخ دہلوی بند۔ مجلد دو روپے۔ مولانا تھانوی کی مختصر سوانح۔ مجلد دو روپے۔ رفیق سفر۔ ساڑھے سات آنے۔

حضرات کے مضامین کا مجموعہ جو مشرک بدعت اور توحید و سنت کے فرق و امتیاز پر لایا جواب مواد پیش کرتا ہے۔ مجلد تین پے

**رد عقائد بدعیہ** رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب تھا یا نہیں؟ اس پر مفصل اور آٹل بحث۔ قیمت ڈیڑھ روپیہ (مجلد دو روپے)

**شاہ اسماعیل شہید اور معاندین** حضرت اسماعیل شہید پر اہل بدعت کے ہوائی الزامات کا کافی و شافی رد۔ قیمت ڈیڑھ روپیہ (مجلد دو روپے)

**اہل بدعت کے الزامات** ہوائی الزامات کا کافی و شافی رد۔ قیمت ڈیڑھ روپیہ (مجلد دو روپے)

### تصانیف شیخ الاسلام ابن تیمیہ

**الوسیلہ** قرآن میں مومنین کو جس وسیلہ کا حکم دیا گیا ہے وہ کیا ہے؟ بے شمار معلومات علمی و دینی کا خزانہ

قیمت مجلد نو روپے۔  
**تفسیر آیت کریمہ** بسم اللہ کے عجیب و غریب لطائف برکات مفادات۔ دیکھنے پر قابل

ہدیہ میں روپے (مجلد چار روپے)  
**وجہ و سماع** وجہ و سماع کے باب میں ایک فیصلہ کن دستاویز۔ قیمت صرف بارہ آنے۔

**مناسک حج** حج اور مقام حج کے بارے میں تحقیقانہ مواد جمع کر دیا ہے۔ قیمت مجلد تین روپے

### تصانیف شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ

**حجۃ اللہ الباقیہ کامل** گو ناگوں علوم دینیہ میں شاہ صاحب کی یہ کتاب دنیا بھر میں مشہور ہے۔ اردو ترجمہ مع عربی قیمت ہر دو حصہ مکمل مجلد

**ازالۃ الخفاہ کامل** بیڑھی شہرہ آفاق کتاب ہے جس کا پورا نام "انزالۃ الخفاہ عن خلافتہ الخلفاء" ہے۔ دو جلدوں میں کامل۔ اردو ترجمہ سلیس۔

خلفائے راشدین کے بارے میں بے نظیر کتاب ہے۔ قیمت مجلد مکمل بیس روپے

قیمت مجلد مکمل بیس روپے

**بلوغ البین (اردو)** قبر پرستی، عرس و فاتحہ، سجدہ، نظمی ہرزگوں سے وسیلہ، پیر پرستی، معجز و کرامت جیسے اہم موضوعات پر حرف آخر۔ جوابات میں زیادہ تر انبیاء کرام اور خلفائے راشدین کے حوالے دیئے گئے ہیں۔ قیمت مجلد چار روپے۔

**تصانیف مولانا اشرف علی تھانوی**

**ہشتی زیور** اردو مژہ کے تمام دینی مسائل کا مستبر مسوطہ۔ قسم اول مکمل و مدلل۔ مجلد پندرہ روپے۔

قسم دوم مجلد آٹھ روپے بارہ آنے (دونوں قسموں میں فرق یہ ہے کہ قسم اول میں جو حاشیہ پر عربی کتب کے حوالے کیے گئے ہیں اور قسم دوم میں حوالے نہیں ہیں۔ اصل مضمون دونوں کا ایک ہے۔)

**اصلاح الرسوم** مسلمانوں میں رائج شدہ رنگ برنگی رسموں کی شرعی پوزیشن کیا ہے؟ اس کا حقیقی جواب۔ قیمت مجلد پونے دو روپے۔

**تعلیم الیوم** دین کی تعلیم سے متعلق عمدہ تنبیہات و معلومات پر مشتمل۔ قیمت مجلد پونے دو روپے۔

**حیات المسلمین** مسلمانوں کی زندگی کیلئے لائحہ عمل۔ قیمت مجلد ایک روپیہ بارہ آنے۔

**دعواتِ عبدیت** مولانا اشرف علی تھانوی کے مواعظ و خطبات کا مجموعہ جو عرصہ سے

ایاب تھا۔ فی حصہ پونے دو روپے داب تک سولہ حصے چھپ چکے ہیں۔

**التکشف** تصوف کے لطائف و اسرار پر ایک ضخیم کتاب جس سے تصوف کے بارہ ما علیہ کا پتہ چلتا ہے۔ قیمت مجلد تین روپے بارہ آنے۔

**تقدیر کیلئے؟** جیسا کہ نام سے ظاہر ہے، تقدیر کے مسئلے پر گفتگو کی گئی ہے۔ قیمت مجلد ڈھائی روپے

قیمت مجلد ڈھائی روپے



پیغمبر اسلام ﷺ رسول اللہ کے بارے میں ۶۶ غیر مسلم مشاہیر و فاضلین کا اظہار عقیدت۔ ایک روپیہ۔

**بشریت کا مقام بلند** محمد اجل خاں ہر محمد خاں اور مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کے

تین تحقیقی مضامین۔ قیمت سو روپیہ۔

**گلدستہ نعت** بڑے بڑے شاعروں کا منتخب نعتیہ کلام۔ چند مقالات بھی بطور تہنیت

شامل ہیں۔ قیمت ڈیڑھ روپیہ۔

## ادبیت

**شاہنامہ اسلام جلد اول** اشرف۔ مولانا حامد عثمانی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال مبارک اور اس کے بعد پہلی خلافت راشدہ کا

قیام، خلیفہ اول کا انتخاب کیونکر عمل میں آیا۔ جنگی اصول، معرکہ آرائیاں۔ تاریخ کی روشن صدائیں زبانِ شعر میں

ملاحظہ فرمائیے۔ قیمت مجلد تین روپیہ۔

**دیوان غالب** انیس ایڈیشن جس میں غالب کی تحریر کا عکس ان کی تصویر اور بعض ایسے اشعار شامل ہیں جو دوسرے ایڈیشنوں میں نہیں پائے جاتے

قیمت ساڑھے پانچ روپیے

**شعلہ طور** جگر مراد آبادی کا مجموعہ کلام۔ مجلد پانچ روپیے

**آتش گل** شہنشاہ تغزل جگر مراد آبادی کا نیا مجموعہ کلام جس پر حکومت ہند نے نعام

دیا۔ مجلد مع کور قیمت پانچ روپیے۔

**مضامین رشید** پروفیسر رشید احمد صدیقی کے منتخب اور سبق آموز مضامین کا مجموعہ۔

کتابت و طباعت اچھی اور کاغذ دلانہ۔ مجلد مع خوبصورت کور۔ قیمت ساڑھے پانچ روپیے۔

**کلیتِ حالی** الطاف حسین حالی کا مکمل مجموعہ کلام جس میں آپ کو سمدہ نظیں بہترین نغزین اور اچھے قطعات و قصائد ملیں گے۔ مجلد مع کور پانچ روپیے۔

## کیونزوم کے خاندان

**پتھ کے دیوتا** دنیا کے چھ مشہور مصنف کیونزوم کو خیر باد کہنے کے متعلق اپنی کہانی بیان

کرتے ہیں۔ صفحات ۳۲۲ قیمت ڈیڑھ روپیہ۔

**رد گٹ** ایک سجدہ لکھنپ اور حیرت انگیز آپ بیتی جس سے روس کے جبری تخت کے ظالمانہ

نظام کا جھانک منظر سامنے آتا ہے۔ قیمت ڈیڑھ روپیہ۔

**سرخ چین سے فرار** یہ بھی ایک آپ بیتی ہے۔ سبق آموز، عبرتناک اور نفسی تیز

قیمت ڈیڑھ روپیہ

**آزادی کی طرف** ایک بڑے روسی افسر کی خود نوشتی۔ یہ بے حد دلچسپ لیکن عبرتناک کتاب روس کے حقیقی

حالات سے متعارف کراتی ہے۔ اسے پڑھنے کے بعد آپ کیونزوم کے حسین نعروں اور مصنوعی دعوؤں سے بھی دھوکا

نہیں کھائیں گے۔ قیمت مجلد تین روپیے۔

**سوئٹ روس کی حقیقت** بہت ضروری قابل

درد حصوں میں مکمل۔ قیمت دو روپیے۔

**کیونزوم اور کسان** کیونزوم کو ایشیائی نقطہ نظر سے سمجھنے بھانسنے کی کامیاب کوشش

جو بے شمار دستاویزی حوالوں سے مزین ہے۔ قیمت ڈھائی روپیے

**سوئٹ نظام کی چھ کنجیاں** چھ نئے عقلی نفسی دلائل پر مشتمل ایک سنجیدہ اور

معیاری کتاب جو دلچسپ بھی ہے اور حقیقت افروز بھی۔

صفحات ۳۲۲ قیمت صرف ایک روپیہ

**لیٹن** کیونزوم کے مشہور رہنما لیٹن کی سوانح حیات ایک روسی کے فلم سے جو مکمل غیر جانبداری سے ترتیب دیے گئے ہیں۔ صفحات ۲۴۲ قیمت ایک روپیہ

**آزادی کا ادب** بعض منتخب مقالوں، افسانوں اور

حقیقت تقویٰ اور حقیقت توحید ایک روپیہ۔

تاریخ تیزیہ ۴۰ • تحریک دیابیت پر ایک نظر ۴۰ • حقیقت تقویٰ اور حقیقت توحید ایک روپیہ۔

اور منظومات کا مجموعہ جنہیں نیک تعمیری مقاصد کے تحت چھاپا گیا ہے۔ قیمت مجلد تین روپے۔

**ادب میں ترقی پسندی** ادب میں "ترقی پسندی" کے نام سے جو تحریک جاری کی گئی تھی اس کی پوست کندہ حقیقت فی الاصل وہ کیونترم ہی کی ایک سازش ہے۔ قیمت مجلد ایک روپہ۔

**نئی دنیا کی جھلیکیاں** اعلیٰ درجہ کا انقلاب (نظام) عمل (اقتصادی نظام) عمل (اقتصادی - انرجی) ان چاروں میں سے ہر ایک کی قیمت چار آنے ہے۔

### مختلف علوم و فنون

**حصن حصین** (ترجمہ) دعاؤں، مناجاتوں، وظیفوں اور جامع کلمات کا مشہور مجموعہ مجلد

**مقدمہ ابن خلدون** مشہور آفاق کتاب اردو ترجمہ ہو کر آگئی ہے۔ مجلد شہینہ پندرہ روپے (مجلد اعلیٰ سولہ روپے)

**تحریک انخوان المسلمین** مصر کی مشہور اسلام پسند جماعت "انخوان المسلمین" جس کے

کئی رہنماؤں کو پھانسیاں دیدی گئیں۔ کیا ہے؟ اس سوال کا معتبر اور مفصل جواب حاصل کرنے کیلئے مصر کے محمد متوئی کی یہ قابل اعتماد کتاب ملاحظہ فرمائیے جس کا سلیس اردو ترجمہ سید رضوان علی نے کیا ہے۔ قیمت مجلد تین روپے

**عہد نبوی کے میں ان جنگ** مشہور محقق ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی

وہ کتاب جو فریج اور دیگر زبانوں میں بھی بے شمار تھی ہے۔ عجیب کتاب ہے۔ متعلقہ نقشے اور تدریج "خندق" اور دیگر تاریخی مقامات کے جو نقشے فوٹو بھی منسلک ہیں قیمت ڈیڑھ روپہ (مجلد دو روپے)

**حقیقت** جماعت اسلامی پر کئے گئے بعض اعتراضات پر مولانا عامر عثمانی کی مفصل تنقید و دل آسنے

**رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم** شاہان عالم، عرب کے مکتوبات و معاہدات

کے نام دربار رسالت کی خط و کتابت اور معاہدات، ضروری اشراجات اور اہل خطوط کے فوٹو بھی شامل ہیں۔ قیمت سوا دو روپے۔

**محکمات** قرآن کی بعض آیات اور ان کی تفسیروں پر علامہ عبداللہ العبادی کا عالمانہ تبصرہ و حوالہ۔ قیمت دو روپے بارہ آنے۔

**ایینہ حقیقت نما** اس قیمتی کتاب میں مشہور تاریخ اسلام اکبر شاہ خان خلیل دی

نے ان تمام الزامات کی مدلل صفائی پیش کی ہے جو متعصب حضرات فاطمین اسلام پر لگاتے رہے ہیں۔ طرز تحریر سید و محسب۔ استدلال محکم۔ نقد مضبوط۔ لکھائی چھپائی کاغذ سب معیاری۔ قیمت مجلد بارہ روپے۔

**جمہوریت و مغربی تحریکیں** یورپ میں جمہوریت پر کیا سنی اور اہانت

کے بلکہ بعد العین تک پہنچنے میں کیا کیا رکاوٹیں پیش آئیں؟ اس پر اچھے علمی انداز کا تبصرہ۔ مجلد ۱۰ روپے تین روپے۔

**لطائف علمیہ** علامہ ابن جوزی کی "کتاب الذکیا" کا ترجمہ۔ قیمت مجلد پانچ روپے۔

**مخزن حکمت** ڈاکٹر غلام جیلانی برق کی یہ کتاب حقیقت میں ڈاکٹری اور طبی دنیا کا ایک قیمتی

خزانہ ہے۔ اس میں انسان کی تمام بیماریوں کے طریق علاج بتلائے گئے ہیں، ساتھ ہی بیماریوں کی تشخیص کے لئے صحیح علامات بھی واضح کی ہیں۔ کسی مرض میں کس کس پرہیز کی ضرورت ہوتی ہے اور کس طرح اسے دور کیا جاسکتا ہے؟ یہ سب کچھ اس میں ملے گا۔ حکیم اور ڈاکٹروں کے لئے بے نظیر کتاب ہے۔ تقریباً سترہ سو صفحات پر پکھڑے ہوئے ان موتیوں کو دو ضخیم

جلدوں میں مکمل کر دیا ہے۔ قیمت چھتیس روپے۔ (کوئی جلد علیحدہ نہیں دی جاسکتی)

آٹھ سو سال پہلے  
کی ایک عظیم تالیف جو دکاوت  
فراست سے بھرپور تاریخی حالات  
واقعات اور لطائف نکالات پر  
مشتمل ہے قابل دید ہے۔

لطائف علیہ  
ترجمہ اردو  
کتابت الازکیاء

وہ عظیم حدیث و ایضاً  
جس کے ہاتھ پر جس ہزار بیورو  
نصاری نے اسلام قبول کیا اور  
ایک لاکھ سے زیادہ آدمیوں نے  
توبہ کی یعنی غلامین الجوزی۔

مؤلفہ شہرہ آفاق محدثہ و فقیہہ اویب خطیب علامہ ابن الجوزی بغدادی

اس کتاب کے مصنف چھٹی صدی ہجری کے عظیم القدر محدث و فقیہ علامہ امام ابن الجوزی ہندوی رحمت اللہ علیہ ہیں۔ جن کے بلند علمی مقام اور تبحر و تقصد سے  
دینی و علمی حلقے غریب واقف ہیں۔ آپ کے تصانیف میں عوام کو آسان سمجھنا اور انہیں بتانا کافی ہو گا کہ آپ کے ہاتھ پر بیس ہزار بیورو و نصاری نے اسلام قبول کیا اور ایک لاکھ سے زیادہ  
آدمیوں نے توبہ کی۔ حدیث سے متعلق آپ کے مرتبہ اور شغف کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ جن قلموں سے آپ احادیث لکھتے تھے ان کے تراشے و حفاظت  
رکھتے تھے۔ آپ کے مصیبت فرمائی کہ میرے غسل میں کابانی ان ہی تراشوں سے گرم کیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور تراشوں کا ایک ڈھیر بھر بھی بنایا گیا۔  
ایسے عالی مقام مصنف کی تصانیف جس قدر اعلیٰ و ارفع ہو سکتی ہیں ظاہر ہے مختلف علوم میں آپ کی تین سو چالیس تصانیف ہیں مجلدات کی کل تعداد و ہزاروں

اس کتاب میں

سات سو ایسے قصص و لطائف مذکور ہیں جس میں ہر ایک دکاوت یا حاضر خوالی یا کتہہ دہی یا دانشورانہ مزاح یا ایسے ہی کسی کارنامہ عقل و فراست کا آئینہ دار  
ہے۔ یہ کتاب سنہ ۱۰۰۰ میں ارباب پریشانی سے جن میں عقل و فراست کے فضائل و مناقب اور فہم و دکاوت کی عظمت کے علاوہ انبیاء و صحابہ و علماء و مشائخ ائمہ  
و اولیاء و عباد و زوار و رؤسا و غریبہ و عوام و خواص غرض سب ہی سے متعلق و یکجہ قصص ہیں۔ بادشاہوں و وزیروں و شیروں جنی کہ چوہا یوں تک کی دکاوت کے حالات  
و پذیر اندازیں بیان کئے گئے ہیں۔ اصل کتاب عربی میں ہی اور عبارات نہایت ذہنی تھیں۔ فاضل مترجم حضرت مولانا اشتیاق احمد صاحب  
استاذ دارالعلوم دیوبند نے بڑی محنت و جانفشانی سے اس کو کتاب کو نہ صرف اردو میں پہنچایا بلکہ بہت مفید اضافے بھی کئے۔ بات کو سمجھنے کے لئے  
عربی محاوروں کی توضیح اور تاریخی واقعات کی ضروری وضاحت کے علاوہ جہاں اقتدار کے باعث مطلب سمجھنا مشکل تھا وہاں عبارت بڑھادی گئی جن  
دکاوتوں میں کوئی خاص نکتہ نہ تھا جو اس وقت میں اس کی طرف اشارہ کر دیا گیا۔ وغیرہ وغیرہ غرض افادیت کے کسی پہلو کو ترک نہ کیا۔ حضرت مولانا  
قاری محمد طیب صاحب کرم الدار دارالعلوم دیوبند نے اس کا پیش لفظ تحریر فرمایا ہے۔ ہم ناظرین سے اس کتاب کے مطالعہ کی ہر ذرا تائید کرتے ہیں۔

فراست، چار سو اسی صفحات، قیمت، جلد مع خوش نما گرد پوش صرف پانچ روپے دھرا،

برقلم کی عربی فارسی اردو کتب نیز قاعد سے پائے  
قرآن مجید حاکمیں عربی و مترجم ارزاں ملنے کا پتہ  
مکتبہ تجلی دیوبند ضلع سہارنپور یو پی

مشہور مصروف سرور

جو تقریباً سولہ سال اپنی خدمات انجام دے رہا

ڈاک خرچ  
ذریعہ روپیہ

ایک لاکھ پانچ سو روپے  
ادھ اتوار تین روپے

ایک قدیمی نسخے سے

تیار کیا ہوا جس میں  
سچے موتی اور دیگر  
مفید اجزاء  
شامل ہیں

بغیر کسی مرض کے

بھی ہمیشہ اسے استعمال کرتے رہتے  
کیونکہ یہ آخری عمر تک کو قائم رکھتا ہے

بعض حملوں کے بچا ہے



RE. NAJAF

● دماغ بالائے قوتما پر ہال سرفی اور آنکھیں دیکھنے میں مفید ہے۔

● آنکھوں کے آگے آگے ہونے یا بینائی کمزور ہوتی جا رہی ہو یا آنکھیں تھکات محسوس کرتی ہوں تو اسے استعمال فرما

● ضروری ہدایات ساتھ بھیجی جاتی ہیں

جن حضرات نے تجربہ کے بعد تعریفی تحریریں مرحمت فرمائیں ان میں چند بڑے ایسا گرامی

حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی، حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی، مولانا قاری محمد طیب صاحب تمہ دار  
دیوبند، مولانا اشتیاق احمد صاحب سٹاف دارالعلوم دیوبند، حضرت مولانا مطلوب الرحمن صاحب عثمانی، مولانا مفتی عتیق  
صاحب (مدینہ منصفین، بی۔ ڈاکٹر ظفر یار خاں سنا سابق منڈی سرہن - حکیم کنہیا لال صاحب ویڈیہار پور، ڈاکٹر انعام  
صاحب ایل ایم ایس ہونیو پیٹنگ - ساہو جو الاسرن صاحب مدیس اعظم مراد آباد، جناب میا رشی پیر اسلامی

ہندوستان کا پتہ دارالفیض رحمانی - دیوبند، صنبلع سہارنپور - (یو۔ پی۔) اٹ

پاکستان کا پتہ عثمان غنی - کراہہ مرچنٹ ۲۲۸۰ مینا بازار پیر الہی بخش کالونی - کراچی، پاک